اوجھڑی کے ناجائز ہونے کا ثبوت

النور والضیاء

فی تحریم الکرش والمعاء

مُصنّف

مُفتی محمد نعیم الدین صدیقی قادری گورکھپوری

شائع کردہ: مولانا محمد شہادت اللہ خاں برکاتی رضوی

ماشاء اللہ لاقوۃ الاباللہ

اوجھڑی پچونی ناجائز وحرام ہونے کے اثبات میں اپنی نوعیت کا منفرد رسالہ

النور والضیاء فی تحریم الکرش والمعاء

تالیف منیف

زین العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی

محمد نعیم الدین صاحب قبلہ

تیمی صدیقی قادری رضوی گورکھپوری

سابق شیخ الحدیث دار العلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا، کبیر نگر

باجازت

جانشین وشہزادہ حضور نعیم ملت مولانا محمد قادری راؤت پار بزرگ گورکھپور

شائع کردہ

مولانا محمد شہادت اللہ خاں حنفی قادری برکاتی رضوی

روضہ درگاہ گورکھپور

نام کتاب:..........النور والضیاء فی تحریم الکرش والمعاء

مصنف:..............مفتی محمد نعیم الدین صاحب تیمی صدیقی قادری رضوی

تعارف مصنف:.......مولانا محمد شہادت اللہ خاں قادری رضوی

پروف ریڈنگ:.......مولانا محمد شہادت اللہ خاں قادری رضوی

تعداد:..................گیارہ سو(۱۱۰۰)

سنہ اشاعت:............۱۴۳۷ھ/۲۰۱۵ء

قیمت:....................

ملنے کے پتے:

امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر، بریلی شریف

مکتبہ رحمانیہ رضویہ محلہ سوداگران، بریلی شریف

قادری بک ڈپو، اسلامیہ مارکیٹ نومحلہ مسجد بریلی شریف

حق اکیڈمی، مبارک پور، اعظم گڑھ

مکتبہ نوریہ دارالعلوم فیض الرسول، براؤں شریف

شرف انتساب

۷۸۶/۹۲

میں اپنے رسالہ کو آقائے نعمت تاجدار اہل سنت مرشد الآفاق مفتی اعظم علی الاطلاق ستارۂ ہند حضور پرنور سیدنا ومرشدنا مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب کرتا ہوں مولیٰ تعالیٰ اسے شرف نسبت کی رحمتیں نعمتیں برکتیں ہمیں نصیب فرمائیں

آمین یارب العالمین بحرمة حبيبك سيد المرسلين عليه وعليهم الصلوة والسلام الىٰ يوم الدين

تقریظ جلیل

بقیۃ السلف حجۃ الخلف فقیہ زماں غزالی دوراں حضور بحرالعلوم

حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ

مبارک پوری دامت برکاتہم القدسیہ

شیخ الحدیث دارالعلوم اہل سنت شمس العلوم گھوسی مئو (یو۔پی)

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب صدیقی راوت پار ضلع گورکھپور کے باشندے ایک جلیل القدر عالم دین تھے مسلک رضویت کے نمایندہ ایک متصلب سنی اور باعمل فرد تھے مختلف مدارس اسلامیہ میں تعلیم حاصل کی اور بہت سے افاضل اہل سنت کی شاگردگی کی اور زندگی کا بیشتر حصہ مختلف دارالعلوموں میں تعلیم وتدریس میں گزارا مختلف سلسلہ ہائے تصوف سے بیعت، خلافت حاصل کی المختصر آپ مختلف دینی اور علمی خوبیوں کے جامع تھے رحمہ اللہ تعالیٰ آپ نے ''اوجھڑی'' کی کراہت پر ایک پرمغز علمی رسالہ تحریر کیا ہے جو ہر علوم عقلیہ اور نقلیہ کی توضیحات سے ایک موقر تحریر بن گیا ہے مولا تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور حضرت مولانا کو دارین میں اس کی بہتر جزاء عطا فرمائے آمین۔

فقط عبدالمنان اعظمی

شمس العلوم گھوسی ۳؍جمادی الآخرہ ۱۴۲۴ھ

اہداء الثوب

میں اپنے رسالہ کی بامشقت ترتیب پہ خالق کائنات مولائے کریم سے اس کے فضل کے لائق اجر وثواب کا طلب گار ہوتا ہوا یقین اجابت کے ساتھ اس ثواب کو اپنے آقائے نعمت امام اہل سنت مجدد دین وملت سیدنا اعلیٰ حضرت شاہ ضیاء الدین (۱) احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ المولیٰ الولی القوی کی مقدس روح پاک کو نذر پیش کرتا ہوں مولیٰ تعالیٰ قبول فرمائے آمین۔ یارب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

عرض گزار: العبد المفتقر الی اللہ المتین محمد نعیم الدین احمد عفی عنہ المعین القادری الرضوی النوری (سابق شیخ الحدیث) دار العلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا بکھرا سنت کبیر نگر وسابق نائب شیخ الحدیث وصدر مفتی دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع سدھارتھ نگر (یو۔پی)

---

(۱) آپ کا لقبی نام "ضیاء الدین احمد" امام شافعیہ حضرت حسین بن صالح جمل اللیل علیہ الرحمۃ والرضوان کا عطا فرمودہ ہے (حیات اعلیٰ حضرت) "فقد ضیاء ھو سیدنا ببرکۃ تسمیتہ فی اطراف اللیل والنہار من آفاق العالم والعجم فللہ الحمد علی ما انعم ۱۲۔ منہ عفی عنہ

مختصر تعارف حضور مصنف علیہ الرحمہ

از: قلم عبد الرسول محمد شہادت اللہ قادری

امام جامع مسجد بنڈیا بریلی شریف (یو۔پی)

اسم گرامی: محمد نعیم الدین۔ کنیت: ابوالبرکات۔ تخلص: نعیم

حضور بدر ملت علامہ مفتی بدرالدین احمد صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے برادر اصغر ہونے کی بنا پر لوگوں میں چھوٹے مولانا صاحب کے لقب سے مشہور تھے۔

تاریخ ولادت:

۳؍شعبان المعظم ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۷ء بروز دوشنبہ اقدس آبائی وطن موضع راؤت پار تحصیل گولا بازار ضلع گورکھپور میں ہوئی۔

والدین کریمین:

والد ماجد حضرت مولوی عاشق علی صدیقی اور والدہ ماجدہ بی بی شہید النسا علیہما الرحمہ والرضوان نہایت متقی افراد تھے۔

مدت تعلیم:

مدرسہ انجمن اسلامیہ قصبہ شاہپور ضلع گورکھپور۔

مدرسہ انوار العلوم قصبہ جین پورا عظم گڑھ۔

مرکزی دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ (شوال المکرم ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۹۵۰ء تا شعبان المعظم ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۹۵۴ء۔

مرکزی دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف (شوال المکرم ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۹۵۴ء۔

دارالعلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی بریلی شریف (تا شوال المکرم ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹۵۵ء)

فراغت:

دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف سے ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۷ء بہ عمر ۲۳ رسال)

اساتذۂ کرام:

حضور حافظ ملت علامہ عبد العزیز محدث مرادآبادی ثم مبارک پوری۔

حضور شمس العلما علامہ شمس الدین جونپوری۔

حضور شیخ العلما علامہ غلام جیلانی اعظمی۔

حضور شیخ الاساتذہ علامہ حسنین رضا خاں بریلوی۔

حضور عمدۃ الاذکیا علامہ غلام یزدانی محدث گھوسوی۔

حضور افضل العلما علامہ مفتی سید افضل حسین مونگیری۔

حضور رئیس العلما علامہ عبد الرؤف بلیاوی۔

حضور شیخ الحدیث علامہ عبد المصطفی اعظمی۔

حضور شیخ القراء علامہ قاری یحییٰ مبارک پوری۔

حضور مفتی راجستھان علامہ مفتی محمد احمد جہانگیر اعظمی۔

حضور خلیل العلما مولانا خلیل احمد کچھوچھوی۔ علیہم الرحمہ والرضوان

زمانہ تدریس:

دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف (۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۷ء سے ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۰ تک
دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف سدھارتھ نگر ۱۳۸۰ھ مطابق اپریل ۱۹۶۰ء تا ۱۹۷۲ء

دار العلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا سنت کبیر نگر ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۹۷۵ء سے ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۸۰ء تک۔

بیعت وخلافت:

تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان سے نیز حضور شیخ العلما علامہ غلام جیلانی میرٹھی اعظمی علیہ الرحمہ سے سلسلہ جہاں گیریہ میں خلافت حاصل تھی اور سند وفقہ حنفی وسند حدیث کی اجازت حضور افضل العلما علامہ سید افضل حسین مونگیری علیہ الرحمہ والرضوان سے تھی۔

اولاد وامجاد:

حضرت چراغ مسعودی بابو میاں علیہ الرحمہ۔ حضرت بابو محمد عرف کمال غوثی علیہ الرحمہ والرضوان ان دونوں صاجبزادگان کا بچپن میں انتقال ہوگیا، تیسرے صاجبزادے حضرت مولانا محی الدین محمد قادری صاحب جانشین حضور نعیم ملت علیہ الرحمہ بحمدہ تعالیٰ تعلیم وتبلیغ میں مصروف ہیں

وصال: ۷ر شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۴ر اکتوبر ۲۰۰۲ء منگل کی شب میں ۸ر بج کر ۴۰ منٹ پر بحساب ماہ قمری ۶۷ر سال ۴ر دن وبحساب ماہ شمسی ۶۴ر سال ۱۱ر ماہ ۲۷ر دن کی عمر میں ہوا ،مزار شریف موضع راؤت پار گورکھپور (یو۔پی) میں ہے۔ تاریخ وصال (انما یخشی اللہ من عبادہ العلما) ۱۴۲۳ھ

مصنف کتاب ہذا حضور سند العلما فقیہ الاسلام آقائے نعمت علامہ حکیم ابو البرکات مفتی محمد

نعیم الدین صاحب قبلہ صدیقی تیمی حنفی قادری برکاتی رضوی نوری علیہ الرحمہ والرضوان علما و مشائخ کے درمیان امتیازی شان رکھتے تھے حدیث و فقہ و تفسیر و اصول فقہ و اصول حدیث منطق و فلسفہ نحو و صرف میں جہاں ید طولیٰ حاصل تھا وہیں آپ حاذق طبیب قادر الکلام شاعر۔ تقویٰ و طہارت کے آئینہ دار۔ شب زندہ دار عابد ایک مرشد کامل اور عشق خدا اور رسول کی جیتی جاگتی تصویر اسلاف کے سچے وارث نیز مصنف محقق تھے آپ نے جہاں بڑے بڑے شاگرد تیار کئے جو آج ہندوستان کے مایہ ناز مقررین و مدرسین اور مصنفین کی صف اول میں شمار ہوتے ہیں۔ وہیں اپنی گراں قدر تصنیفات میں اپنے تحقیقات نظریات کو قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش فرمایا جن کا مطالعہ کرنے والا خود اندازہ لگا سکتا ہے آپ کی تصنیفات اگر چہ کم ہیں مگر جو ہیں علوم بحر ذخار کے گوہر نایاب ہیں۔

آپ کی تصنیفات میں قبر کی توہین و بے ادبی سے متعلق رسالہ "العذاب المهين فی توهين قبور المسلمين" مسائل شرعیہ کے تحقیقی جوابات کا مجموعہ نعیم الفتاویٰ اوجھڑی کے ناجائز ہونے پر ایک مغز پر رسالہ "النور والضیا لا یجوز الکرش والمعا" نقلی عقلی دلائل و نقل روایات کی روشنی میں نیز حمد و نعت و منقبت کا مجموعہ نعیم الفردوس جو گلدستہ سخن کے نام سے موسوم ہے اب تک زیور طبع سے آراستہ نہ ہوسکی تھیں جس کے بابت حضور نعیم ملت علیہ الرحمہ کی ایک تحریر نگاہ اولیں کے عنوان سے جو آپ نے وصال سے پہلے رقم فرمائی تھی نقل کر رہا ہوں ملاحظہ فرمائیں۔

زیر نظر رسالہ (النور والضیا) کی تصنیف کا باعث یہ ہے کہ جب میں ۱۴۰۱ھ میں مرکزی دار العلوم تنویر الاسلام قصبہ امرڈوبھا ضلع بستی (جواب ضلع سنت کبیر نگر میں ہے) میں بحیثیت شیخ الحدیث تدریسی خدمات انجام دے رہے تھا تو اس درمیان مرکزی دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی (جواب ضلع سدھارتھ نگر میں ہے) سے اوجھڑی کی بابت ایک استفتا موصول ہوا جس میں مجھ سے تحقیقی جواب کی فرمائش کی گئی تھی خادم نے بتوفیقہ تعالیٰ جواب کی افتتاح کردی چونکہ تحقیق تفصیل طلب تھی اس لیے جواب رسالہ کی شکل اختیار کرنے لگا ادھر ادارۂ فیض الرسول کی طرف سے تقاضا ہوا تو ایک مختصر اور جامع فتوئی تحریر کر کے بھیج دیا اور تفصیلی جواب کے لیے مہلت کا خواستگار

ہوا لیکن مجھے معلوم نہ تھا کہ اس بابت متعدد مفتیان کرام سے فتویٰ حاصل کر کے اس کی اشاعت کا ارادہ ہے۔ ورنہ پہلے ہی قلم میں وہی مختصر تحقیقی جواب سپرد قلم کر کے بھیج دیا ہوتا جیسا کہ قدرے تاخیر سے بھیجا۔ نہ معلوم کیا صورت پیدا ہوئی کہ میرا فتویٰ اشاعت پذیر نہ ہوسکا۔ نیز طبع ثانی میں بھی شریک اشاعت نہ ہوا۔

ادھر تدریسی مصروفیت اور معمولات ومشاغل میں عدیم الفرصت رہنے کے باوجود مصروف تحریر رہا بالآخر بعونہ تعالیٰ وبکرم حبیبہ الاعلیٰ (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم) رسالہ اپنی اعلیٰ تحقیق اور بالا تدقیق سے مزین ہوکر ارباب علم ودانش کے لیے ایک بیش قیمت تحفہ بن گیا۔

پھر اسی دوران بقیۃ السلف فقیہ زماں، محقق دوراں بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ دام ظلہ الاقدس (سابق شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ) دار العلوم تنویر الاسلام تشریف لائے تو یہ رسالہ حضرت موصوف کی خدمت میں یہ عرض کرتے ہوئے پیش کر دیا کہ حضور والا اس بابت کو اپنے تحقیقی مشورے سے نوازیں چنانچہ حضرت رسالہ اپنے ہمراہ مبارک پور لے گئے ماہ دو ماہ بعد حضرت نے اپنا تبصرہ قلم بند کر کے رسالہ کے ہمراہ ارسال فرمایا اس تبصرہ میں عقل ودرایت کے علاوہ نقل روایت کے ذریعہ مزید تنقیح کی طرف توجہ دلائی میں صمیم قلب سے شکر گزار ہوں مولائے حی وقیوم حضرت کے سایہ کرم کو ہم لوگوں پر صحت وعافیت کے ساتھ تادیر قائم رکھے آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

ابھی میں نے مقدمات کی تنقیح کا خاکہ ہی بنایا تھا کہ اپنے ایک فرزند دلبند محمد عرف کمال غوثی کی علالت شدیدہ کی اطلاع ملنے پر میں گورکھپور پہنچا کیوں کہ موصوف بسلسلۂ علاج گورکھپور لائے گئے تھے۔ وہاں ۲۲؍ یوم کا طویل قیام کرنا پڑا بالآخر بصورت مایوسی مکان پر واپس لائے ہفتہ بھر کے اندر داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے غریق رحمت ہو گئے۔

"اللهم اجعله لنا فرطاً وّاجعله لنا أجراً وّذخراً وّاجعله لنا شافعاً ومشفعاً"

(آمین)

بعدہ کچھ ناموافق حالات کی بنیاد پر دار العلوم تنویر الاسلام سے مستعفی ہو کر اراکین دار العلوم فیض الرسول کے شدید اصرار پر دوبارہ براؤں شریف آ گیا یہاں آنے کے بعد جتنا اور جب بھی موقع میسر ہوتا تو نظر ثانی کرتا حسب ضرورت بعض بعض مضامین کا اضافہ کرتا رہا جس سے بحمدہ تعالیٰ مسئلہ مسئولہ کی تنقیح مکمل ہو گئی۔

یوں تو پہلے ہی رسالہ مکمل تھا لیکن فقیہ زماں حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ کے ارشاد کے مطابق درایت و روایت سے مستند کرنا تھا یہ کوئی زید و بکر کو خط لکھنے کی طرح نہ تھا کہ قلم اٹھایا جواب لکھ دیا بلکہ ثقہ روایت پیش کرنے کے بعد اس سے طریقہ استناد کو استدلالی قوت میں ڈھالنا تھا جس کے لیے ذہنی یکسوئی ناگزیر ہے، اس طرح تاخیر کے اسباب پیدا ہوتے رہے نیز اس کی طباعت واشاعت کے اسباب بھی مفقود نظر آتے رہے اس طور پر قلمی دلچسپی باقی نہیں رہ پاتی تھی یہ بھی تاخیر کا سبب بنتا رہا کیوں کہ زمانہ سابقہ ۱۳۸۶ھ میں جب پاکستان کراچی سے ایک معرکۃ الآرا مسئلہ ”تفضیل مابین الصدیق و جبرئیل“ یہاں دار العلوم فیض الرسول بھیجا گیا تو ادارہ کے علما و اساتذہ نے خادم کے سپرد کر دیا ظاہر ہے کہ جس مسئلہ میں اکابر علما کی رائیں مختلف اور باہم متصادم ہوں اس کی ایسی تحقیق جو محاکمہ کی حیثیت کہی جائے کتنی دشوار طلب ہو گی لیکن وہ سب اپنے اساتذہ کرام مشائخ عظام کے فیضان سے بشکل رسالہ مکمل ہوا جو ”جواہر التحقیق فی بحث تفضیل جبرئیل علی الصدیق“ کے نام سے موسوم ہے جس پر حضور مختار العلما سید المشائخ مولانا سید مختار اشرف زیب سجادہ عالیہ حسنیہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ و حضرت استاذ گرامی شیخ العلما علامہ جیلانی علیہ الرحمہ جامع معقولات و منقولات حضرت علامہ حبیب اللہ صاحب نعیمی سابق شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ مراد آباد وغیرہم علیہم الرحمہ والرضوان نے تصدیق و توثیق کی جس میں اول الذکر (حضور مختار العلما) و ثالث الذکر) حضور شیخ العلما) علیہما الرحمہ نے انتہائی تحسین آفریں کلمات سے تصدیق ثبت فرمائی۔

لیکن افسوس کہ فرمائش کرنے والے حضرات کے تقاضے کے مطابق اس کی ایک نقل بھی پاکستان نہ بھیج سکے طباعت واشاعت تو درکنار جب کہ اس وقت پاکستانی اشتہاروں میں اس مسئلہ پر

گرما گرم بحث چل رہی تھی۔ ملتان سے لاہور تک اس مسئلہ تفصیل میں کہیں تفسیق کہیں تکفیر کہیں اباحت کا شور و چرچا تھا ایسے وقت میں یہ تحقیقی رسالہ جو مضبوط و مستحکم دلائل براہین سے مرصع تھا اختلاف بین کے لیے بہت مفید ثابت ہوتا لیکن وہ ویسے ہی گمنامی میں محفوظ ہے انہیں سب وجوہ سے قلمی سستی کو بڑا دخل رہا رسالہ زیر مطالعہ کی تصنیف میں قلمی سستی کا شکار رہا۔ ''آمدم برسر طلب''

درحقیقت اوجھڑی آنتوں کا جواز یہ دیوبندی حضرات کا مسلک ہے اہل سنت والجماعت کے کسی مفتی نے اب تک اس کے جواز کا فتویٰ نہ دیا تھا لیکن اب صورت حال کچھ ایسی نظر آئی کہ ہماری جماعت حقہ اہل سنت کے بعض لوگ اس کو جائز سمجھنے لگے اور بعض حضرات اپنے علم و دانش کے باوجود اس بابت مشکوک نظر آئے اس لیے پوری کوشش یہی رہی کہ اس مسئلہ کی کوئی کمال تحقیق حرف آخر رہے اور اپنا یہ مزاج محض اسی رسالہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اس خادم کی اور دیگر تالیفات جو سب کی سب غیر مطبوع اور گمنام ہیں ان سب میں یہی ملحوظ ہے یہ خدانخواستہ خودستائی نہیں بلکہ تحدیث نعمت بیان واقعہ ہے کہ کسی ابھرے گوشے کو نظرانداز کرتے ہوئے قلم آگے بڑھانا (مسئلہ کو اجمال میں پیش کرنا خود اس کی تفصیل نہ جاننا جس فن کی کتاب ہے اس فن میں صفر کی حیثیت رکھتا ہو) علم و تحقیق کی غیرت کے خلاف سمجھتا ہوں دوسروں کے خرمن علم سے بایں طریقہ اکتساب کرنا کہ دوسرے ناظرین ہماری وسعت مطالعہ پر تحسین کریں یہ درحقیقت تحقیق نہیں کہی جا سکتی بلکہ تقلید جامد کے ساتھ ''خدع یخدع'' کی گردان کا شائق کہا جائے گا مثلاً جس کتاب کا ایک سبق بھی نہ پڑھا اس کا مالہ وماعلیہ نہ سمجھ سکا ہو محض دوسروں کے سہارے پر اس کتاب کی عبارت سے استناد کرنا اور اس سند پر پیش کردہ تفصیل سے گفتگو نہ کرسکنا یہ درحقیقت اپنی ذاتی علمی تحقیق نہیں کہی جاسکتی یونہی کسی صاحب علم سے کسی مسئلہ فقہی کو تحریری یا زبانی استفسار کر کے جواب حاصل کر لینا اور سائل کو جواب دے کر اپنی تحقیق بتانا یہ اور خیانت کے مترادف ہے۔ ہاں جس سے استفادہ کیا اس کا حوالہ پیش کر کے امانت کا حق ادا کردینا کہا جائیگا یہ تو ظاہر ہے کہ ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم نے ایسے لوگوں کے لیے اتنا سرمایہ علمی چھوڑ دیا ہے کہ انہی کی کتاب سے

بآسانی دوسری کتاب تصنیف کر کے تصنیفی مارکیٹ میں روز بروز اضافہ کر سکتے ہیں اور پھر اسلاف سے منسوبہ کتابیں گمنام کر سکتے ہیں جیسا کہ یہ طریقہ عام ہوتا جارہا ہے۔ ہاں ہمارے کچھ ایسے با اخلاص اہل تصنیف ہیں جو اسلاف کی کتابوں کی ترویج واشاعت کے ساتھ اس کی تشریح ووضاحت کا بھی کام انجام دے رہے ہیں اور اسلاف کا تعارف اور ان کی احتیاج ہمارے قلوب میں نقش کر رہے ہیں ۔"جزاهم الله تعالىٰ احسن الجزاء انتهى كلامه"

حضور نعیم ملت علیہ الرحمہ والرضوان کے زمانۂ قیام براؤں شریف میں ہی اس رسالہ کا مسودہ اور مبیضہ مکمل ہوگیا تھا کہ اختلاف قلب کی بنا پر علالت کا طویل عرصہ چلا تقریباً ۷ رسال بعد اسی مرض کے دوبارہ عود کرنے پر آپ کا وصال بھی ہو گیا۔ آپ نے اپنے وصال سے ایک سال قبل اس رسالہ (النور والضیا) کے نقل کرنے کا کام اور اس فہرست تیار کرنے کا کام فقیر کے سپرد فرمایا چنانچہ آپ کی حیات کے زمانہ ہی میں اس کو نقل کرنے کا کام پورا ہو گیا حضور نے فرمایا میرے اس رسالہ پر حضرت بحر العلوم نے تبصرہ تحریر فرمایا۔ مفید مشوروں نیز دعاؤں سے نوازا اور اسے مزید اضافے کے ساتھ مکمل کرنے کی ترغیب دلائی لہذا حضرت کی خدمت میں نظر ثانی کے لیے پیش ہو جائے تو بہتر ہے دریں اثنا حضور نعیم ملت علیہ الرحمہ والرضوان کا اچانک وصال ہو جانے کی وجہ سے یہ کام انجام نہ پاسکا ،حضور کے حکم کی تعمیل میں میں نے رسالہ حضور مفتی بحر العلوم صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کی خدمت اقدس میں نظر ثانی کے لیے پیش کیا حضرت نے اس کا بالاستیعاب مطالعہ فرمانے کے بعد ایک ماہ بعد اسے مجھے واپس فرمایا اور اس رسالہ اور مؤلف علیہ الرحمہ کے متعلق مختصر تحریر قلم بند فرما کر عنایت فرمائی۔

"کل شئی مرھون باوقاته "ہر شئی اپنے وقت کے ساتھ مقید ہے۔ حضرت علیہ الرحمہ کے وصال کے تقریباً ۱۱ رسال کے بعد رب تعالیٰ کی توفیق اور اس کے محبوب ﷺ کی عنایت کے صدقہ اور حضرت کی دعاؤں ذرہ نوازیوں اور روحانی فیوض وبرکات کے طفیل مجھے اس رسالہ کی طباعت واشاعت کی توفیق حاصل ہوئی اخیر میں ہم اپنے ان تمامی معاونین کرام کے شکر گزار ہیں جنہوں نے

دامے درمے قدمے سخنے کسی طرح بھی اس رسالہ کی طباعت واشاعت میں ہماری اعانت فرماکر حوصلہ افزائی فرمائی۔

۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۹۸ء کے زبردست سیلاب میں حضرت کے مکان اور سامان کے ساتھ بہت زیادہ کتابیں ضائع ہوگئیں جس میں حضور بحرالعلوم کا قلم بند تبصرہ بھی ضائع ہوگیا ورنہ اسے بھی اس رسالہ میں شامل کردیا جاتا۔ اس کتاب کی اشاعت وطباعت کے سلسلہ میں بالخصوص حضور استاذی المعظم شیخ زماں علامہ سید شاہ محمد شمس الضحیٰ صاحب قبلہ گورکھپوری اور محقق عصر حضور استاذی شیخ الحدیث مفتی عزیزالحسن قبلہ اعظمی علیہما الرحمہ والرضوان کا تہ دل سے شکرگزار ہوں جنہوں نے ہر قدم پر ہماری رہنمائی فرمائی اور مفید مشوروں سے نوازا۔

"اعلی اللہ درجاتھم فی اعلی علیین وافاض علینا برکاتھم الی یوم الدین"

فقط

عبدالرسول محمد شہادت اللہ خاں قادری گورکھپوری

۲۰/ذوالحجہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۵/اکتوبر ۲۰۱۵ء دوشنبہ مبارکہ

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ اوجھڑی کھانا جائز ہے اور دلیل کے طور پر یہ بیان کرتا ہے کہ میں نے بعض ذمہ دار علما کو اوجھڑی کھاتے دیکھا ہے اور عمرو کہتا ہے کہ اوجھڑی کھانا جائز نہیں اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید وعمر میں سے کس کا قول صحیح ہے؟ امید ہے کہ دلیل شرعی کی روشنی میں اس مسئلہ کی مکمل تحقیق ووضاحت فرمائی جائے گی جن سے تشنگی باقی نہ رہے اور قلب کو اطمینان کلی حاصل ہو جائے۔ فقط والسلام

المستفتی جمال احمد خاں دار المطالعہ براؤں شریف ضلع بستی ۱۳۹۹ھ

الجواب :اللهم هداية الحق والصواب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذی هدینا للایمان ووفقنا للعمل بالارکان واوصینا بتطییب القلوب وتقویٰ الجنان ونهینا عن الرجس والخبث وطوع الشیطان فحرم علینا الخبائث واحل لنا الطیبات فی القرآن الفرقان والصلوٰة والسلام للاتمان الاکملان علی رسوله الطاهر المطهر سید الانس والجان وعلیٰ آله الکرام وصحبه العظام وعلیٰ من تبعهم باحسان ولا سیما الامامین الاعظمین سیدنا ابی حنیفة النعمان والشیخ عبد القادر مولده بجیلان وعلی امامنا المجدد الشیخ احمد رضاخان وعلینا معهم یا رحمٰن یا سبحٰن یا حنان یا منان الیٰ ما دخل اهل الجنة فی دار الجنان"۔

صورت مسؤلہ میں عمرو کا قول صحیح اور حق ہے زید کا کہنا محض غلط اور باطل ہے جس کی مکمل تنقیح اور کامل توضیح کے لیے بنیادی طور پر تشریح کر دینا ضروری ہے کہ شریعت مقدسہ میں اشیاء کے خورد ونوش حرام وناجائز ہونے کے اسباب وعلل مختلف اور جدا جدا ہیں چنانچہ بعض چیزیں شرف وکرامت کی بنا پر حرام ہیں جیسے انسان کا گوشت بعض نجاست کے سبب حرام ہیں جیسے خنزیر وشراب پیشاب وپاخانہ

گو اس نجاست میں خباثت بھی موجود ہے اور بعض اشیاء مضرت کے باعث حرام ہیں جیسے مٹی کھانا (۱) اور بعض چیزیں خباثت کی وجہ سے حرام ہیں جیسے کہ مکھی کھانا (۲)۔

اسی طرح کوا حرام ہونے کی وجہ فقہائے کرام نے خباثت ہی بتائی ہے جیسا کہ فقہ حنفی کی مشہور عالم کتاب در مختار میں تنویر الابصار کی عبارت والغراب الابقع کے تحت تحریر ہے "الذی یاکل الجیف لانہ ملحق بالخبائث قالہ المصنف ثم قال الخبیث ما تستخبثہ الطبائع السلیمۃ" یعنی کوا جو مردار کھاتا ہے حرام و ناجائز ہے اس لیے کہ اس کا شمار خبائث میں ہے یہ بات خود مصنف نے فرمائی ہے نیز فرمایا خبیث وہ شئی ہے جس سے پاکیزہ اور ستھری طبیعتیں گھن کریں۔ انتہی۔ (۳)

---

(۱) جیسا کہ حدیث شریف میں ہے "اکل الطین حرام علی کل مسلم" مٹی کھانا ہر مسلمان پہ حرام ہے نیز جامع صغیر للسیوطی میں بہ روایت طبرانی عن ابی ہریرۃ مرفوعا! حدیث ذکر کی ہے "من اکل الطین فکانما اعان علیٰ قتل نفسہ" یعنی جس شخص نے مٹی کھائی گویا اس نے اپنے قتل پہ مدد پہنچائی۔ موضوعات ملا علی قاری علیہ الرحمہ ص ۲۰۔ ۲۱ مسئلہ قلیل مٹی جو دوا میں شامل کی جائے جیسے گیرو وغیرہ یا خاک شفاء بطور تبرک، قدرے چکھ لیا جائے جیسے پان میں چونا تو جائز ہے (الماخوذ من الفتاویٰ الرضویہ ج ا، عن نصاب الاحتساب۔

(۲) ہکذا فی عمدۃ الرعایۃ فی شرح الوقایہ ۱۲۔ (۳) در مختار ج ۵ ص ۱۹۴ (مطبوعہ دیو بند)

(۳) ایسے ہی بوجہ خباثت نیلکنٹھ پرندہ جسے عربی میں شقراق کہتے ہیں جمہور علما و ائمہ کے نزدیک حرام ہے جس کی تفصیل (حیات الحیوان۔ ج۔ ا ص۔ ۶۰۵) میں ہے وقال بعض الاصحاب بحلہ کا کوئی اعتبار نہیں لہذا بعض نادان جو نیلکنٹھ کا شکار کرتے ہیں اور اسکا گوشت کھاتے ہیں اس طرح وہ اپنی روح گندی اور قلب سیاہ کرتے ہیں اب ہرگز ایسا نہ کریں واللہ ھو الھادی۔

سوال: کوے میں تو خباثت ظاہر ہے کہ وہ مردار کھاتا ہے لیکن نیل کنٹھ میں کیا خباثت ہے جب کہ وہ نہ نجاست کھاتا ہے اور نہ وہ مردار کھاتا ہے۔

جواب: صاحب حیات الحیوان امام دمیری نے اس پرندے کے خواص میں پہلے ہی لکھ دیا ہے "وفی طبعہ شر شرلسۃ وسرقۃ فراخ غیرہ" یعنی اس کی طبیعت میں حرص و لالچ اور بد خلقی ہے اس لیے کہ پرندوں کے نوخیز بچوں کو چوری کر لے جاتا ہے بس یہی باطنی خباثت اس کے حرام ہونے کا سبب ہے ۱۲۔ ومنہ عفی عنہ وھو تعالیٰ اعلم

یوں ہی احناف کے نزدیک مچھلی کے علاوہ تمام دریائی جانوروں کے حرام ہونے کی وجہ صرف خباثت ہی ہے چنانچہ حضرت شیخ احمد عرف ملاجیون استاذ سلطان اسلام حضرت عالمگیر اورنگ زیب علیہما الرحمۃ والرضوان تفسیرات احمدیہ ص ۲۷۷ / میں آیت مبارکہ (ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث) کے سلسلہ تفسیر میں رقم طراز ہیں:

"وفيه دليل على حرمة ما سوىٰ السمك من حيوان البحر حلية جميع حيوان البحر لان كلها خبيث فيكون ردا على الشافعي رحمة الله تعالىٰ فى البحر حلية جميع حيوان البحر كذا فى الهداية" یعنی آیت مبارکہ کے مضمون میں اس بات کی دلیل ہے کہ مچھلی کے سوا باقی تمام دریائی جانور حرام ہیں اس لیے کہ وہ سب کے سب خبیث ہیں تو اس دلیل سے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس قول کی تردید ہوگئی کہ سب دریائی جانور حلال ہیں ایسے ہی ہدایہ میں ہے ۔انتہیٰ۔

اسی طرح اجزائے ماکول اللحم میں پتہ مثانہ خصیتین غدو (غدود) ذکر (شرمگاہ نر) قبل (شرمگاہ مادہ) کی وجہ حرمت وہی خباثت بتائی گئی ہے۔ چنانچہ مشہور آفاق کتاب ردالمحتار (شامی) میں تنویر الابصار کی عبارت ہے۔

"لما روى الاوزاعى عن واصل بن ابى جميلة عن مجاهد قال كره رسول الله ﷺ من الشاة (۱) الذكر والانثيين والقبل والغدة والمرارة والمثانة والدم قال ابو حنيفة الدم حرام واكره الباقية الستته وذلك لقوله تعالىٰ عزوجل: ﴿حرمت عليكم الميتة والدم۔الآية﴾ فلما تناوله النص قطع بتحريمه هذا المعنىٰ سبب الكراهة لقوله تعالىٰ:

---

(۱) انتباہ: عموماً عربی داں حضرات شاۃ کا ترجمہ صرف بکری کرتے ہیں حالانکہ یہ تحقیق کے بالکل خلاف ہے کیوں کہ شاۃ کی تا برائے تانیث نہیں ہے بلکہ تائے وحدت سے ہے لہذا اس کا اطلاق نر اور مادہ (بکرا بکری) دونوں پر ہوگا نیز دنبہ بھیڑ جنگلی بیل پر اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ (حیات الحیوان الکبریٰ ص ۵۸۴ جلد اول) میں "الشاة الواحدات من الغنم تقع على الذكر والانثى والمعز من الضان والمعز الى ان قال الشاة ايضا الثور الوحشى"۔

﴿ویحرم علیهم الخبائث﴾ (۱)۔

انتباہ: حدیث مذکورہ میں لفظ کرہ از روئے لغت عام معنی میں جو حرام قطعی اور ظنی دونوں کو شامل ہے۔ چنانچہ اس اجمال کی تفصیل سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نے یوں فرمائی کہ خون تو نص قطعی سے حرام ہے اس لیے کہ ارشاد الٰہی ﴿حرمت علیکم المیتة والدم﴾ سے مردار اور خون کی حرمت قطعی الدلالۃ ہے اور باقی چھ چیزیں اس لیے ناجائز قرار پائیں کہ ان گندی چیزوں میں سے ہیں جن سے طبیعتیں نفرت اور گھن کرتی ہیں اور یہی گھناؤنا پن کراہت کا سبب ہے اس لیے کہ ارشاد الٰہی ﴿ویحرم علیهم الخبائث﴾ کی یہی تفسیر ہے کہ وہ نبی امی ﷺ گندی اور گھناؤنی چیزوں کو حرام فرمائیں گے۔ اور یہ اشیاء ستہ انہیں گندی اور گھناؤنی چیزوں میں سے ہیں انتہیٰ۔

حضرت خاتم المحققین علامہ شامی کی تقریر کا حاصل یہ ہوا کہ وہ خون جسے زبان شرع میں دم سائل یا دم مسفوح کہا جاتا ہے جو ذبح کے وقت نکلتا ہے اور بہتا ہے جسے دم عروق بھی کہتے ہیں تو وہ حرام قطعی ہے کہ نص الدلالہ ﴿حرمت علیکم﴾ سے حرمت منصوص اور مصرح ہے اور باقی پتہ مثانہ وغیرہائے مذکورہ حرام ظنی ہیں کہ یہ آیت ﴿ویحرم علیهم الخبائث﴾ ان اشیاء پہ ظنی الدلالۃ ہے خلاصہ تقریر سے یہ بھی واضح ہوا کہ حرام ظنی کو کبھی مکروہ تحریمی سے تعبیر کرتے ہیں اور کہیں مطلق لفظ حرام یا یحرم سے بیان کرتے ہیں چنانچہ خاتم المحققین علامہ شامی قدس سرہ السامی اسی شامی ج ۵ ر کتاب الذبائح کے اخیر میں دونوں قسم کی حرمتوں کو جمع کرتے ہوئے بدائع الصنائع کے حوالے سے قلم افروز ہیں "مایحرم اکله م اجزاء الحیوان سبعة الدم المسفوح والذکر والانثیان والقبل والمثانة والغدة والمرارة" یعنی اجزائے ماکول میں جس عضو یا جز کا کھانا حرام ہے وہ سات چیزیں ہیں۔ دم مسفوح (بہتا ہوا خون) ذکر وخصیہ قبل غدہ مثانہ مرارہ (پتہ)۔

اب یہاں ایک سوال: یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیت کریمہ ﴿یحرم علیهم الخبائث﴾ سے

---

(۱) زیلعی: (شامی جلد ۵ ر ص ۴۷۷ ۔ مطبوعہ دیوبند ۔ ۱۲ عفی عنہ)

استدلال اور استفادہ تو یقیناً درست اور حق ہے لیکن دریافت طلب امر یہ ہے کہ جب طبائع انسانی مختلف اور جداگانہ ہیں تو ہم کس چیز کو خبیث سمجھیں اور کسے طیب کہیں؟ چنانچہ کوئی چیز کسی کو بری لگتی ہے اور کسی صاحب کو پسند آتی ہے ایک چیز سے کسی کو گھن اور نفرت ہوتی اور دوسرے صاحب کو اس سے شوق ورغبت ہوتی ہے تو پھر جب تک مزاج شرع اس کا معیار اور کانٹا نہ بتادے اس وقت تک کسی چیز کے خبیث وطیب ہونے کا فیصلہ کس طرح ہو سکے گا؟ تو سنیے خاتم المحققین سید ابن عابدین علامہ شامی قدس سرہ السامی معراج الدرایہ کے حوالے سے رقم طراز ہیں: ''قال فی معراج الدرایة اجمع العلماء علی ان المستخبثات حرام بالنص وهو قولی تعالی ویحرم علیهم الخبائث وما استطابه العرب حلال لقوله تعالیٰ ویحل لهم الطیبات وما استخبثه العرب فهو حرام بالنص والذین یعتبر استطابتهم اهل الحجاز من اهل الامصار لان الکتاب نزل علیهم وخوطبوا به ولم یعتبر اهل البوادی لانهم للضرورة والمجاعة یاکلون مایأ خذون انتهی بقدر الحاجه"۔

(شامی ج ۵ ص ۱۹۴)

ترجمہ: ''معراج الدرایہ میں ہے کہ تمام علمائے اسلام کا اس بات پہ اجماع اور اتفاق ہے کہ تمام خبیث اور گندی چیزیں نص قرآن سے حرام ہیں اور وہ ارشاد الٰہی: ﴿ویحرم علیهم الخبائث﴾ کی آیت ہے لہذا اہل عرب جس چیز کو صاف ستھرا سمجھیں وہ حلال ہے اس لیے کہ ارشاد ربانی ﴿ویحل لهم الطیبات﴾ وارد ہے اور جس چیز کو گندی سمجھیں اور اس سے گھن کریں وہ حرام ہے۔ اور جن کی نظافت طبع کا اعتبار ہے وہ شہری اہل حجاز ہیں اس لیے کہ کتاب الٰہی (قرآن) ان لوگوں پہ نازل ہوئی اور وہ لوگ اس کے مخاطب ٹھہرے اس معاملہ میں عربی دیہاتیوں کا اعتبار نہیں اس لیے کہ وہ لوگ ضرورت اور بھوک کے باعث جو پاتے کھالیتے ہیں انتہی'' الحمد للہ کیسی صاف صاف واضح عبارت میں باتفاق علمائے شرع نے خبیث وطیب کے باہمی امتیاز اور فرق کا صحیح معیار اور کانٹا بتادیا اب اس نیر بے حجاب اور مہتاب بے سحاب کی کھلی روشنی میں مسئلہ زیر بحث کا خود فیصلہ کیجیے اور

بتایئے کہ اوجھڑی آنتیں اپنی آلائش اور گندگی کی بناء پر خبیث ہیں یا طیب؟ کیا حجازی شہروں میں مدینہ طیبہ مکہ مکرمہ طائف شریف کے عربی النسل باشندوں کے متعلق یہ بدگمانی ہوسکتی ہے کہ لید وگوبر سے بھری ہوئی اوجھڑی آنتوں کو وہ حضرات طیب سمجھتے ہیں یا سمجھتے رہے؟ کیا ان کی بابت یہ وہم ہوسکتا ہے کہ وہ اوجھڑی آنتوں کو اپنی غذا بناتے ہیں یا بنائے ہوں؟ حاشا وکلا ہرگز نہیں عربی النسل اہل حجاز کی نفاست مزاجی اور نظافت طبعی کیا کہنا بروقت ہندوستانی نفاست پسندوں سے پو چھ رہا ہوں کہ کیا اوجھڑی آنتوں کی نجاست دور کردینے اور اسے دھودھا کر صاف صاف کردینے سے وہ پاکیزہ اور طیب ہوجائے گی؟ ہرگز نہیں۔ اس طرح طیب بنا لینے سے طیب ہوجایا کرے تو پھر ذکر (شرمگاہ نر) کو کیوں چھوڑ دیا جاتا ہے وہ بھی تو صرف ایک منی کا گزرگاہ اور پیشاب کی نالی ہے کہ اسی نالی اور چھوٹے سے پائپ سے منی اور پیشاب خارج ہوتا ہے جو ہر وقت نالی میں موجود بھی نہیں لہذا اسے بھی دھودھا کر ذائقہ زبان بنانا چاہیے یوں ہی قبل (شرم گاہ مادہ) کو کیوں نظر انداز کیا جاتا ہے وہ بھی اپنے ہم جنس کا مدخل اور پیشاب کا مجریٰ اور گزرگاہ ہے اور گاہے بہ گاہے پیدائش کے لیے سواء الطریق خصوصاً جب کہ یہ اعضاء (ذکر و قبل) اوجھڑی آنتوں کی طرح دل آزار بو بھی نہیں رکھتے انہیں تو صرف وضو یا زیادہ سے زیادہ غسل دے کر کام میں لانا چاہیے۔

ارے پھر مثانہ کو کیوں پھینک دیا جاتا ہے وہ بھی تو ایک پیشاب کا تھیلا ہے اسے بھی جزو طعام بنانا چاہیے بالخصوص جب کہ حلال جانوروں کے پیشاب کا مسئلہ ائمہ کرام کے نزدیک مختلف فیہ ہونا کسی اہل علم سے پوشیدہ نہیں ہدایہ کی عبارت "بول ما یوکل لحمہ طاھر عندہ" (۱) کس سے مخفی ہے صحیح البخاری میں باب ابوال الابل والدواب قائم کرنے کا مقصد کس خادم الحدیث سے چھپا ہے؟

نیز حدیث جریدہ "کان احدھما لا یستتر من بولہ" میں اضافت بول الی شخص الانسان سے امام بخاری کا مقصد استنباط کس حدیث داں سے پوشیدہ ہے چنانچہ اسی اختلاف کا نتیجہ

(۱) ای عند الامام محمد ۱۲ منہ لک۔ فی بعض النسخ لایستترہ ۱۲ منہ

ہے (۱) کہ ماکول اللحم جانور کا پیشاب نجاست خفیفہ ٹھہرا جس کے سبب اس کے حکم میں تخفیف۔(۲) اور آسانی ہے اور کیا کسی امام فقہ یا امام حدیث کے نزدیک حلال جانوروں کے پاخانے (گوبر یا لید) کی طہارت اور پاکی کا بھی کہیں کوئی قول ہے؟ کہیے نہیں! چنانچہ اسی نتیجہ میں تو ماکول اللحم کا پاخانہ نجاست غلیظہ قرار پایا جس کے باعث اس کے حکم میں شدت (۳) اور سختی ہے بایں ہمہ مثانہ کی خباثت میں شبہ نہ رہنا اور اسی بنا پر اسے ناجائز سمجھنا اور اوجھڑی آنتوں کی خباثت میں تامل ہونا اور اسے جائز ٹھہرانا کس دانشمندی کا تقاضا اور کس نظافت ونفاست کا مظاہرہ ہے، "فیا للعجب ویا اسفی علی العاقلین"۔(۴)

سوال: آپ نے فہم ودرایت کی روشنی میں اوجھڑی آنتوں کی خباثت کو تو خوب واضح فرمادیا لیکن خبث وطیب کی بابت بیان کردہ معیار کے مطابق کوئی ایسی سند نہ پیش کر سکے جس سے معلوم ہو جاتا کہ واقعی اوجھڑی آنتیں انہیں خبائث میں سے ہیں جن سے شہری حجازی اہل عرب گھن کرتے رہے لہذا اس بابت کوئی ایسی مستند روایت پیش کیجیے جس سے درایت کو قوت حاصل ہو اور ہم مقلدین کے لیے وہ دستاویز کی حیثیت رکھے۔

جواب: لیجیے اطمینان قلب کے لیے اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری سے بہت باوزن سند پیش کرتا ہوں چنانچہ بخاری شریف جلد اول کتاب الصلوٰۃ میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے جس میں روسائے مکہ اشراف قریش کی خباثت کا ذکر ہے جس کے نتیجہ میں سرکار دو جہاں ﷺ نے ان بدبختوں کی ہلاکت کی دعا فرمائی حدیث طویل ہے مختصراً یہ

---

(۱) اس اختلاف کا اصل سبب حدیث عرینہ ہے جس کے قصہ اور واقعہ سے اہل علم باخبر ہیں یہاں اس کے بیان کی حاجت نہیں۔۱۲منہ

(۲) اس نجاست میں عضو یا کپڑے کی چوتھائی کا اعتبار ہوتا ہے۔۱۲منہ

(۳) اس میں مقدار اور درہم کا لحاظ ہوتا ہے تفصیل کے لیے بہار شریعت دیکھئے۔۱۲منہ

(۴) وائے تعجب تجھ سے فریاد ہے ہائے افسوس دانشمندوں پہ۔۱۲منہ

کہ سرکار اقدس علیہ کعبۃ اللہ شریف میں نماز ادا فرما رہے تھے کہ کفار کی ایک جماعت نے (جس میں ابو جہل بھی تھا) باہم مشورہ کیا اور یوں کہا تم میں ایسا کون ہے جو فلاں (آل ابی معیط) (۱) کی ذبیحہ اونٹنی کی گندی گھناؤنی چیزیں حضور اقدس کے اوپر ڈالدے بدبخت کے الفاظ یہ ہیں "ایکم یقوم الی جزور آل فلاں فیعمد الی فرثہا ودمہا وسلاہا الخ" کہنا یہ ہے کہ لفظ فرث آیا ہے، جو از روئے لغت عرب سرجین الکرش کو کہتے ہیں (قاموس) یعنی لید گوبر گندی آلائش جب تک اوجھڑی میں رہتی ہے اس وقت تک اسے فرث کہتے ہیں (مصباح اللغات ترجمہ منجد) نیز زمانہ قدیم کی مشہور اور مستند لغت صراح میں فراث سرگین در شنبہ اور روث کا ترجمہ سرقین کیا ہے جو سرگین کا معرب ہے اس میں کوئی قید نہیں اس لیے دونوں کا حاصل یہ ہوا کہ گوبر لید جب تک اوجھڑی میں ہے اسے فرث کہا جاتا ہے اور جب باہر آجائے تو اسے روث کہیں گے حقیقت لغویہ یہی ہے یہ اور بات ہے کہ ایک دوسرے میں مجازاً استعمال کرلیا جائے لیکن یہ حق ہم عجمیوں کو نہیں ہے۔ لہذا مذکورہ بالا تحقیق کے مطابق بہ لفظ دیگر الی فرثہا کو الی کرشہا سمجھیے، اس لیے الفاظ حدیث کا خلاصہ ترجمہ یہ ہوا کہ تم میں ایسا کون ہے جو آل ابی معیط کی ذبیحہ اونٹنی کی اوجھڑی اس کا خون اس کی بچہ دانی لاکر ایسا ایسا کرے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

تو اس سے صاف صاف پتہ چلا کہ اہل عرب اوجھڑی پچونی (کرش ومعا) کھاتے نہیں تھے بلکہ اس کو گندا سمجھ کر پھینک دیتے تھے کیوں کہ وہ گھن کی چیز ہے جبھی تو اسی خباثت کفر کا شرمناک مظاہرہ کرنے کے لیے ایسی گندی گھنونی چیزوں کو سرور اقدس علیہ کے لیے روا رکھا اسی لیے گوشت کا لوتھڑا پھینکنے کا اشارہ نہیں کیا کہ وہ تو کھانے کی چیز ہے اسے سید الطعام کہا جاتا ہے اس سے ان اشرار کا گندہ گھناؤنا مسخرا پورا نہیں ہوتا بلکہ اوجھڑی خون بچہ دانی پھینکنے کا مشورہ کیا۔

فائدہ: جس طرح کرش ومعا مرارہ مثانہ وغیرہا کا استعمال بر بنائے خبث ناجائز ہے ویسے یہ سلا۔ (۲) بچہ دانی بھی خبیث اور قابل گھن ہونے کے سبب ناجائز ہونا چاہیے کیوں کہ اسی سابق مضمون

---

(۱) غالباً یہ عرب کا قصائی گھرانہ تھا۔ ۱۲ منہ

(۲) حیوانی مادہ کی بچہ دانی کو سلا کہتے ہیں اور انسانی اناث کی بچہ دانی کو مشیمہ کہتے ہیں۔ ۱۲ آل ابی معیط

کی حدیث بخاری شریف کتاب الوضوء انہیں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جس میں صرف لفظ سلا استعمال ہوا ہے جو توجیہ بالا کے مطابق بچہ دانی کی خباثت پر نص صریح کی حیثیت رکھتی ہے وہ عبارت یوں ہے" ایکم یجئی بسلا جزور آل فلان "تم میں ایسا کون ہے جو آل فلاں (۱) کی ذبیحہ اونٹنی کی بچہ دانی لاکر ایسا ایسا کرے اس سے صاف طور معلوم ہو گیا کہ کرہ رسول اللہ ﷺ "من الشاة والذکر والانثیین "الخ کی حدیث میں حصر وتحدید مراد نہیں جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ العلیم القدیر عنقریب اس بابت مزید گفتگو کروں گا لہذا یہ بات ذہن سے نکال دینی چاہیے کہ اجزائے خبثا وہی معدودے چند ہیں اور بس، اسی تنگی فہم سے تو کرش ومعا کا مسئلہ بالغ النظر لوگوں کی نگاہ میں مخل نظر بن گیا حتی کہ اوجھڑی خوروں کو خوش رکھنے کے لیے دیوبندی مکتبہ فکر کے علما ابھی تک اوجھڑی پچونی کو جائز ہی سمجھ رہے ہیں چنانچہ ابھی زمانہ قریب میں دار العلوم دیوبند سے ایک استفتا کے جواب میں یہ لکھ کر آیا اوجھڑی کھانا بلا کراہت جائز ہے۔ خیر فی الحال میں ان پر تبصرہ کرنے سے صرف نظر کرتا ہوا اصل بحث کی طرف رجوع کر رہا ہوں اور کرش ومعا کے عدم جواز پر بطور تاسیس ایک متفق علیہ نظیر پیش کرتا ہوں جس سے مسئلہ نہایت روشن وواضح ہو جائے گا۔

تاسیس

درحقیقت جس کی بصیرت افروز نگاہ فقہ اشباہ والنظائر پر بھی ہوگی اسے مسئلہ زیر بحث کا سمجھ لینا بہت آسان ہے چنانچہ تمام اصحاب علم جانتے ہیں کہ جلالہ کا ممنوع الاستعمال ہونا اسی علت خباثت کی بنا پر ہے یعنی وہ گائے بکری اونٹ کہ اکثر وبیشتر نجاست وغلاظت کھاتی ہے اس کا گوشت کھانا اس کا دودھ پینا جائز نہیں تاوقتیکہ اسے کچھ دنوں روک کر سبزے چارے کھلا کر اس کا گوشت اور دودھ صاف اور پاکیزہ کر لیا جائے جیسا کہ جوہرہ نیرہ میں ہے" یکرہ اکل لحوم الابل الجلالة

---

(۱) آل ابی معیط

وشرب لبنها وكذا البقرة والشاة " (۱)

یعنی جلالہ اونٹ کا گوشت کھانا اور اس کا دودھ پینا جائز نہیں اور یہی حکم جلالہ گائے بکری کے گوشت اور دودھ کا بھی ہے یہی نہیں اس پر حج کرنا جہاد کی سواری یا اس سے کوئی دوسرا نفع اٹھانا سب ممنوع ہے چنانچہ انہیں صاحب جوہرہ نے اس نہی وممانعت پر حدیث شریف سے ایک روشن سند پیش کی ہے حدیث قال: "وکذا نهی النبی ﷺ ان یحج " (۲) علیها او یغزو او ینتفع بها فی العمل الا ان تحبس ایاما وتعلف " یعنی جس طرح جلالہ کا گوشت کھانا دودھ پینا جائز نہیں اسی طرح اس پر حج کی سواری یا جہاد کی سواری کرنا یا اس سے کوئی کاروباری نفع اٹھانا نبی کریم ﷺ نے ممنوع اور ناجائز قرار دیا ہے تاوقتیکہ اسے کچھ دن روک کر سبزے چارے کھلا کر پاکیزہ نہ کرلیا جائے۔ صاحب جوہرہ نے مذکورہ بالا حدیث شریف میں علت نہی کی وضاحت بہت صاف لفظوں میں یوں فرمائی ہے:"وهذا محمول علی انها تنتن فی نفسها فمنع من استعمالها حتی لا تتاذی الناس بریحها وکان ابو حنیفة لا یوقت حبسها وقتا وانما قال یحبسها حتی یطیب لحمها " (جوہرہ ج ۲ ص ۲۸۰) یعنی حدیث میں یہ حکم ممانعت اس بناپر ہے کہ غلاظت خوری کے باعث اس جانور جلالہ میں بدبو پیدا ہوجاتی ہے اس لیے اس کے استعمال سے ممانعت فرمادی گئی تاکہ اس کی بری مہک سے لوگ دکھ اور تکلیف نہ پائیں۔

---

(۱) جوہرہ نیرہ ج ۲ ص ۲۸۰، ۱۲ منہ

(۲) ان یحج علیہا الخ" اس بات پہ اشارہ اور قرینہ ہے کہ اونٹ گائے بکری کے علاوہ بعض گھوڑے اور خچر بھی جلالہ ہوتے ہیں کیوں کہ عرب میں عموماً گھوڑے اور اونٹ خچر سواری اور بار برداری کے کام آتے رہے اور کلمات حدیث میں حج یا غزوہ کی سواری یا بار برادری سے ممانعت فرمائی گئی جس سے معلوم ہوا کہ موقع کے پیش نظر یہاں ارشاد نبوی ﷺ میں اسی مطلب کے جانور اونٹ گھوڑے خچر مراد ہیں یہ نہیں کہ جلالہ کے ممنوع الاستعمال ہونے میں صرف گوشت اور دودھ کا اکل وشرب مراد ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ جلالہ خواہ بکری ہو یا اونٹ گھوڑے خچر سبھی حکم ممانعت میں یکساں ہیں۔ "فاندفع مایخطر ببال من ان البقرة والشاة ونحوهما من الجاموس لیست مما یحج علیها فما معنی قوله ﷺ فی نهی الحج والغزوة علیها والعمل بها ۔ ۱۲ من عفی عنه "

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلالہ کے روکنے اور باندھے رکھنے کی کوئی تعداد یوم مقرر نہیں فرماتے تھے انہوں نے تو صرف اتنا فرمایا کہ جب تک اس کا گوشت طیب اور پاکیزہ نہ ہو جائے اسے باندھے رکھا جائے۔ انتہیٰ۔

اقول: اسی لیے تعداد ایام کے متعلق مختلف روایتیں مروی ہیں اور وہ سب اپنے اپنے محل پر حسب حاجت محمول ہیں مقصد یہ ہے کہ فی الواقع جتنے دن میں جانور پاکیزہ اور ستھرا ہو جائے خواہ سات دن میں ہو یا اس سے زیادہ جیسا کہ سند الفقہا صاحب جوہرہ نے صاف صاف فرمایا، "وذلك وقوف على زوال النتن ولا عبرته بالايام،" یعنی پاکیزگی اور طیب کا قرار دیا جانا اس کی گندی مہک ختم ہو جانے پر موقوف ہے۔ اس میں تعداد ایام کا اعتبار نہیں"۔

انتباہ: وہ بکرا جو خصی نہیں کیا جاتا بلکہ بکریوں سے جفتی کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے وہ اکثر بکریوں کا اور اپنا پیشاب پیتا ہے۔ جس سے وہ سخت بدبودار ہو جاتا ہے کہ جس راستہ سے گزر جاتا ہے کچھ دیر کے لیے وہ راستہ بدبودار ہو جاتا ہے اور چالیس قدم دور ہی سے اس کی بدبو آتی ہے وہ بھی جلالہ کے حکم میں ہے لہذا اس کا بھی گوشت کھانا جائز نہیں تاوقتیکہ اسے کچھ دنون باندھ کر چارہ اور سبزہ سے طیب نہ بنالیا جائے۔ (بہار شریعت وغیرہ ۱۲)۔

ضروری توجہ

عبارت مذکورہ بالا (۱) میں سیدنا امام اعظم کے ارشاد: "حتى يطيب لحمها" نے صاف صاف واضح کر دیا کہ جلالہ میں غلاظت ہونے کے باعث خباثت آگئی طیب نہیں رہ گیا تاوقتیکہ کسی پاکیزہ غذا (سبزے چارے) کے بدل سے طیب نہ ہو جائے اس کا گوشت کھانا یوں ہی اس کا دودھ پینا اس پر سواری کرنا جائز نہیں خلاصہ یہ کہ جلالہ ناجائز الاستعمال ہونے کی علت وہی خباثت ہے۔

---

(۱) جوہرہ نیرہ کی وہ عبارت جو جلالہ کے متعلق گزر چکی ہے۔

سوال: جوہرہ کی عبارت "یکرہ اکل لحوم الابل الجلالۃ الخ" سنے یہ شبہ گزرتا ہے کہ جلالہ کا گوشت وغیرہ صرف مکروہ بتایا گیا ہے لایجوز نہیں کہا گیا ہے جس سے عدم جواز سمجھا جائے۔

جواب: میری گزشتہ تقریروں اور تحریروں سے اس شبہہ کا جواب خود آشکارا ہے کہ جس طرح اجزائے ماکول اللحم میں خصیہ مثانہ شرم گاہ وغیرہا کی کراہت بمعنی حرام وناجائز ہونا مراد ہے جس میں فقہی شہادتوں اور روایتوں سے واضح کرچکا ہوں اور آئندہ اوراق میں انشاء اللہ المولیٰ العظیم لفظ کراہت کے شرعی اطلاق پہ مزید گفتگو بھی کروں گا اسی طرح یہاں بھی کراہت سے تحریم مراد ہے جس پر خود صاحب جوہرہ ہی سے ایسی شہادت پیش کیے دیتا ہوں جس سے عاقل تو عاقل حتی کہ غافل بلکہ جاہل یقین کرلے گا کہ یہاں مسئلہ جلالہ میں یکرہ سے کراہت تحریم مراد ہے جس کا عربی میں ترجمہ لایجوز ہوا اور لایجوز کا اردو ترجمہ ناجائز ہوا" لیجیے سنیے صاحب جوہرہ نے ص ۲۸۱ رپہلی سطر میں جبس دجاجہ (مرغی کو بند رکھا) کی روایت (۱) میں پیدا ہونے والے شبہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا "قلنا هذا على طريق التنزه لا على الوجوب" یعنی مرغی کو تین دن بند رکھ کر ذبح کرنے کا حکم صرف تنزہ اور طبعی نظافت کی خاطر ہے وجوب کے طور پر نہیں ہے جیسا کہ جلالہ کا جبس وقید اور ایک مقررہ ایام تک روکے رکھنا واجب ہے بغیر اس کے اس کا استعمال ناجائز ہے انتہیٰ مفادہ۔

غرض اتنی بات تو فقہ کا ابتدائی طالب علم کیا بلکہ بہار شریعت پڑھنے والا معمولی اردو پڑھنے والا بھی جانتا ہے کہ واجب کے مقابل اور خلاف مکروہ تحریمی ہوتا ہے جسے حرام ظنی بھی کہا جاتا ہے اور اسی کو عام بولی میں ناجائز کہا کرتے ہیں لہذا صاحب جوہرہ کا لاعلی الوجوب کہنا کراہت تحریم کو واضح کر رہا ہے۔ الحمدللہ کہ عبارت جوہرہ "یکرہ لحوم الابل الجلالۃ" میں اب کسی وسوسہ ھا جس کی

---

(۱) صاحب جوہرہ نے حدیث کی ایک روایت نقل کی۔ "ان النبی ﷺ یحبس الدجاج ثلثة ایام یا کله" یعنی نبی کریم ﷺ مرغی کو تین دن بند رکھ کر تناول فرماتے ہیں پھر اس پر پیدا ہونے شبہہ کا جواب بھی دیا جسے میں نے ذکر کیا۔۱۲

گنجائش نہیں رہی جو اقسام وسوسہ (۱) میں سب سے ضعیف تر ہوتا ہے، اور فقہ کی نہایت مستند اور معتمد کتاب کے حوالے سے جلالہ کی تعریف کر دینا ضروری ہے تاکہ کسی مشکک کی تشکیک سے میرا مقصود کلام مجروح قرار نہ دیا جاسکے جوہرہ میں جلالہ کی تعریف میں پہلے یہ روایت نقل کی "ھی التی تاکل العذرۃ والنجاسات لاغیرہ" یعنی جو مویشی صرف نجاست وغلاظت کھائے وہ جلالہ ہے لیکن ساتھ ہی لفظ قیل سے ایک دوسری روایت بھی نقل کی ہے: "حیث قال ھی التی الاغلب من اکلھا النجاسۃ" جوہرہ نیرہ ص ۲۸۰، ج ۲/یعنی جلالہ اسے کہتے ہیں جو اکثر و بیشتر نجاست کھائے خادم نے مضمون ہذا کی ابتدائے گفتگو میں اسی دوسری روایت کو اختیار کرتے ہوئے جلالہ کا ذکر کیا ہے اور اسی معنی کر بہار شریعت میں بھی جلالہ کا ذکر ہے (کما یفھم من عبارتہ) لہذا واضح ہونا چاہیے کہ یہاں جوہرہ میں لفظ قیل بیان مذہب کے لیے ہے ضعف مذہب بیان کرنے کے لیے نہیں ہے جیسا کہ عموماً بعض لوگ ہر قیل کو ضعف مذہب پر محمول کر جاتے ہیں حالانکہ علی الاطلاق ایسا خیال ہرگز درست نہیں تاوقتیکہ خود موقع کی عبارت میں یا علیحدہ سے کوئی دلیل یا قرینہ قویہ موجود نہ ہو اب اس کی مزید تفصیل و بحث کو نظر انداز کرتے ہوئے اصل مقصد کی طرف رجوع کر رہا ہوں کہ وہ حلال مویشی جو بیشتر اوقات غلاظت کھانے کے علاوہ سبزے چارے بھی کھایا کرتے ہیں تو پھر اس کے گوشت پوست سے پرہیز وممانعت کا حکم کیوں صادر ہوا جب کہ پاک ناپاک غذائیں خون بن کر صاف ہو جاتی ہیں پھر خون سے گوشت و پوست تیار ہوتا ہے یونہی خون صاف ہو کر دودھ بنتا ہے تو اس گوشت اور دودھ میں کیا اثر باقی رہ جاتا ہے جس کی بنا پر اس کا گوشت کھانا اور دودھ پینا ناجائز ٹھہرا؟ تو اگر کسی سلیم الطبع عاقل کو اس کے جواز کی ضرورت ہو تو پھر وہ ٹیوب اور تھیلا جو مکمل پائخانہ اور غلاظت ہی رہنے کے لیے بنا ہے جس کی گندگی اور بدبو کا یہ عالم ہے

---

(۱) درجات ومراتب کے لحاظ سے وسوسہ کی چار قسمیں ہیں (۱) ہاجس (۲) خاطر (۳) ہم (۴) عزم جو بات دل میں یکایک آئے جلدی نکل جائے اسے ہاجس کہتے ہیں۔ ماخوذ از اشعۃ اللمعات ص ۹۷ جلد اول۔ باقی اقسام کے بیان کرنے کی یہاں حاجت نہیں۔ ۱۲ عفی عنہ

کہ جہاں اوجھ پچونی کی دھلائی صفائی ہوتی ہے وہ جگہ کئی دنوں کے لیے گویا برہوت (۱) کا نالہ ہو جاتی ہے تو ایسی گندی اور خبیث چیز کو جائز الاستعمال ٹھہرانا کیا شریعت محمدیہ ”علی صاحبها الصلوٰۃ والتحیۃ“ پر افترا اور اس کا مضحکہ نہیں؟ کیا جس طیب وطاہر آقا نے اپنی امت کو جلالہ کی سواری تک سے روک دیا وہ طیب ومقدس رسول ﷺ اپنی امت کو اوجھڑی پچونی کھانے کی اجازت دے سکتا ہے؟ حاشا کلا ہر گز نہیں۔

تذییل جمیل برائے توثیق جلیل

اس عنوان کے تحت کرش ومعاء (اوجھڑی آنتیں) اور جلالہ کی خباثت کا باہمی تقابل کر کے کرش ومعا کے عدم جواز پر نہایت باوزن توثیق پیش کرنا مقصود ہے جس سے ہمارا مدعائے بحث آفتاب نیم روز سے زیادہ روشن اور آشکارا ہو جائے اس لیے اب خاص کر اہل علم حضرات بالخصوص اصول فقہ اور منطق اعلیٰ سے معقولاتی ذوق رکھنے والے حق پسند اور انصاف مبصرین سے توجہ کی اپیل کرتا ہوا عرض گزار ہوں کہ درحقیقت طاہر ونجس خبیث وطیب اپنے مفہوم میں کلی مشکک ہونے کی حیثیت سے اپنے افراد پر بالتشکیک محمول ہوتے ہیں لہٰذا اسود ابیض کی طرح شدت وضعف کمال ونقصان سے ان کا متفق ہونا ظاہر وباہر ہے چنانچہ اسی تشکیک کا مقتضا اور ثمرہ ہے کہ آپ کسی چیز کو اخبث الخبائث اور کسی کو اطیب الاطائب کہہ کر کسی کی شدت تقبیح وتحقیر اور کسی کی کمال تحسین وتوقیر کرتے ہیں اور کسی ناپاک چیز کو نجس وغلیظ اور کسی کو خفیف کہہ کر نجاست غلیظہ اور خفیفہ کے جدا جدا احکام وآثار مرتب کرتے ہیں مثلاً ماکول اللحم مویشیوں کے پیشاب کو فقہائے اعلام نجاست خفیفہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور اسی اعتبار سے اس کے شرعی اور فقہی حکم میں تخفیف ونرمی برتتے ہیں لیکن اس کے پائخانہ کو نجاست غلیظہ قرار دے کر اس کے حکم میں شدت اور غلاظت کی تفصیل فرماتے ہیں جس کی

(۱) برہوت یمن میں ایک نالہ ہے جس میں بعض کافروں کی خبیث روحیں رہتی ہیں۔۱۲ / بہار شریعت حصہ اول۔۱۲

بابت گزشتہ اوراق میں حاشیہ منہیہ میں کچھ ذکر کر چکا ہوں یہاں نہ تفصیل کی گنجائش ہے اور نہ اس کی حاجت ہے اسی طرح کہیں "فاطهروا" کے صیغہ مبالغہ سے کسی شخص کے کمال طہارت بمعنی غسل پہ استدلال کرتے ہیں جیسا کہ مشہور ومعروف تفسیر جلالین شریف میں زیر آیت ﴿وان کنتم جنبا فاطهروا﴾ کی اجماعی تفسیر "فاغسلوا" یعنی اگر تم لوگ ناپاک ہو جاؤ تو خوب پاکی حاصل کرو (غسل کرو) خلاصہ یہ کہ طاہر ونجس خبیث وطیب کلیات عرضیہ (۱) کا اپنے اپنے افراد کمال ونقصان شدت وضعف کے تفاوت کے ساتھ صادق آنے کا اصطلاحی نام تشکیک ہے چنانچہ اس تشکیک کا نتیجہ ہے کہ "كل مملوك لى فهو حر" کہنے سے مکاتب آزاد نہیں ہوگا اس لیے کہ اس کی مملوکیت میں ضعف ونقص ہے جیسا کہ اصول فقہ کی معرکۃ الآرا کتاب مسلم الثبوت توضیح کی عبارت "ويسمى مشكا" کی تشریح محقق حضرت علامہ تفتازانی یوں فرماتے ہیں: یعنی "ان الموضوع لمعنى لايستوى فيه جميع افراده بل تختلف بالشدة والضعف كالمملوكة فى القن والمكاتب او بالاولويه او بالتقدم والتاخر كالوجود فى الواجب والممكن يسمى مشككا لانه يشك الناظر انه من قبيل المشترك اوالمتواطى اعنى ماوضع لمعنى واحد يستوى فيه الافراد فلو قال كل مملوك لى فهو حر لايدخل فيه المكاتب لنقصان الملك" انتہی (بقدر الحاجۃ التلویح والتوضیح ۲۸۰)

اب چاہے حکمائے اشراقین کی تحقیق کے مطابق ذات وماہیت میں تشکیک کے بجائے یہ لوگ اپنے ذوق ومشاہدہ کے تحقیقی استدلال کی روشنی میں تشکیک فی الماہیت کے قائل ہیں جسے بعض محققین معقولات نے بھی پسند کیا ہے جن میں زمانہ مابعد کے بقیۃ السلف حجۃ الخلف علامہ زمن محقق علم وفن حضرت ملا محمد حسن استاذ حضرت ملا محمد مبین علیہ الرحمہ (۲) ہیں جنہوں نے اپنی مشہور آفاق کتاب ملا حسن میں مشائین کے خلاف "ان التشكيك فى الماهية والحق" کہہ کر

---

(۱) یعنی جو ذاتی نہ ہو بلکہ خارج عن الذات ہو اپنے افراد پر مواطاۃ محمول ہو (قاضی مبارک) عفی عنہ ۱۲۔

(۲) التوفی ۱۲۰۹ھ تاریخ حکمائے اسلام۔ منہ عفی عنہ ۱۲۔

اشراقیین کی تائید کی ہے اور مشائین کا رد کیا ہے فانظر ھنا۔ یا مذہب مشائین کے خیال اور نظریہ کے مطابق کلیہ افراد کا عوارض سے متصف ہونے میں تشکیک سمجھئے کہ وہ لوگ لاتشکیک (۱) ''فی الماھیۃ ولا فی العوارض نفسھا بل فی اتصاف الافراد بھا'' کے قائل ہیں یعنی ماہیت کلیہ میں نقصان شدت وضعف نہیں ہے نہ ہی خود عوارض وصفات میں ہے بلکہ اتصاف میں ہے جس کی مختصر تشریح یہ ہے کہ ماہیت کلیت کے افراد کا عوارض سے اتصاف کہیں علی وجہ الکمال اور کہیں علی وجہ النقصان دونوں سے مل کر چار صورتوں میں محصور استقرائی (۲) ہے شدت (۳) وضعف وزیادت ونقصان اولویت وغیر اولویت (۴) اولیت ومؤخریت۔ اس طرح ایک اصل اور اس کے خلاف ومقابل سے تشکیک کی چار قسمیں ہوگئیں یوں تو قطبی میں انواع تشکیک تین ہی بتائے ہیں نقصان وزیادت کو شمار نہیں کیا اور اشراقین کے نزدیک تو جہت تشکیک صرف کمال ونقصان میں محصور ہے فی الواقع انہیں دو لفظوں میں سب کچھ مستور ہے چنانچہ جانب اصل میں کمال ہے جس سے شدت ،زیادت، اولویت سب مستفاد ہے جانب مقابل میں ضعف وقلت، غیر اولیت، متاخریت سب داخل ہے۔الغرض حکمائے مشائین کے نزدیک کلی مشکک کا اپنے افراد پر فرق وتفاوت کے ساتھ صادق آنا اسی جہت اتصاف پہ مبنی ہے جس کی مختصر تشریح مذکور بالا سطور میں کی گئی۔اسی لحاظ سے وجود بہ معنی مصدری (۵) (ہستی) اسود، ابیض، طول، قصر، شیریں، تلخ، طاہر، نجس، خبیث طیب وغیرہا کلیات

---

(۱) سلم العلوم۔ (۲) ملا مبین (۳) قولہ شدت ''ویقابلھا الضعف علی ماقالوا بھذا اللفظ وھذہ مختصۃ بالکیفیات (ملا مبین) (۴) وہذہ فی الکمیات۔ (ملا مبین) منہ عفی عنہ ۱۲۔

(۵) ''ولیعلم ان الوجود یطلق علی معنین الاول بمعنی المصدر ی الانتزاعی الذی یعبر عنہ بالفارسیۃ بھستی فھو من المعقولات الثانیۃ التی ظروف عروضھا الذھن ولیس فی الخارج الامنشاؤہ وھذا المعنی ھو معقول بالتشکیک علی الواجب سبحانہ وعلی بالممکن کما ذکرہ فی مثال التشکیک والثانی الوجود الحقیقی ای مابہ الموجودیۃ الذی ھو عین الواجب تعالیٰ وعلم لہ من غیر ان یشترک فیہ شیئ من الموجودات فلیس فیہ شائبۃ من التشکیک ،ھذا عطر التحقیق وخلاصہ التدقیق مما مذکور فی کتب الصوفیۃ وقال بہ الفلاسفۃ من المشائیۃ والاشراقیۃ ،۱۲(الماخوذ من لوائح جامی وملا مبین وشرح ھدایۃ الحکمۃ للخیر آبادی)منہ عفی عنہ ۱۲

مشککہ ہیں اور اشراقین کے نزدیک بھی یہ سب کلی مشکک ہیں۔ فرق وہی تشکیک کی جہت اور حیثیت کا ہے جس کا بیان ہو چکا اس سے زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں، معنی تشکیک سمجھنے کے لیے ایک نشانی عرض کیے دیتا ہوں جس کلی میں ذات کے ساتھ معنی وصفی کو مراد لینے میں زیادہ دخل ہو وہ کلی مشکک ہوتی ہے جیسا کہ مثالیں گزریں اور جہاں صرف ذات و ماہیت مراد ہوں اس کے ساتھ معنی وصفی ملحوظ نہ ہوں وہ کلی متواطی ہوتی ہے مشکک نہیں ہوتی جیسے انسان، فرس، بقر، شجر، حجر، ثمر وغیرہ۔

الحمد للہ یہ بات خوب واضح ہو گئی لفظ خبیث اپنے معنی وصفی میں کلی مشکک ہونے کے لحاظ سے اپنے افراد پر یکساں صادق نہیں آتا بلکہ فرق و تفاوت کے ساتھ صادق آتا ہے جیسا کہ گزشتہ اوراق میں فقہی دلائل سے ثابت ہو چکا ہے کہ جلالہ کی خباثت سے کہیں زیادہ کرش و معاء میں خباثت ہے وہ خبیث ہے تو یہ خبیث تر ہے لیکن اب مزید کرش و معا کی خباثت کی شدت و زیادت کو فن میزان سے میزان کر کے خوب مستحکم کر دینا ہے تاکہ عقل و درایت کی روشنی میں ہماری دلیل کے صغریٰ پر کامل اور مکمل وثوق حاصل ہو جائے لہٰذا فن منطق کے باب المفردات پہ ذرا عرض لازم اور عرض مفارق کے سامنے کھڑے ہو کر انہیں دونوں سے تول کرائیے تو بلاشبہ کرش معا کی خباثت لازم ماہیت ٹھہرے گی کہ جو اپنے وجود خارجی اور ذہنی دونوں میں اپنے معروض (۱) ملزوم (۲) سے منفک نہیں ہو سکتی امتنع (۳) انفکاکہ عن المعروض اس پہ ناطق اور صادق ہے جیسا کہ لازم ماہیت کی اصطلاحی تعریف ہے مثال مشہور میں چار کا جفت ہونا تین کا طاق ہونا جس کی وضاحت حاشیہ میں کر دی گئی ہے برخلاف جلالہ کی خباثت کے کہ عرض مفارق کی حیثیت سے اسے عارض ہے جو بالفرض سریع الزوال نہیں تو بطئی الزوال والی قسم میں ضرور داخل ہے جیسے مریض کے امراض

(۱،۲) "ای الکرش والمعا کلاهما معروضان ملزومان للخباثة والخباثة عارضة لازمة لهما فی الخارج والذهن کلیهما لزوما شرعیا عقلیا ای متی وجدو تحقق الکرش والمعا سواء کانا فی الخارج او الذهن امتنع انفکاک الخباثة عنهما کالزوجیة للاربعة والفردیة للثلاثة لازمة لهما فی الخارج والذهن کلیهما۔

(۳) سلم العلوم وفی القطبی بهذا اللفظ ما یمتنع انفکاکه عن الماهیة صحیحان"

(۱) مزمنہ دیرینہ اور کہنہ کہ جن کا دور ہونا گو دیر طلب ہے لیکن مرض دفع کرنے کا قابل اعتماد ذریعہ علاج و معالجہ موجود ہے یہی جلالہ کی خباثت کا حال ہے غلاظت خوری کی کثرت وزیادت سے بوجہ استکراہ طبع بحکم شرع گو اس مویشی کے لیے خباثت واجب اور ضروری الثبوت ہوگئی ہے لیکن کچھ دنوں اسے قید و بند میں رکھ کر سبزے چارے کھلائے جائیں تو اسکی خباثت دور کی جاسکتی ہے جس کی تفصیل حدیث وفقہ کے حوالے سے گزر چکی غرض جلالہ کی خباثت پہ "یمتنع انفکا که عن الماهية او عن المعروض" ہرگز صادق نہیں برخلاف کرش ومعا (اوجھڑی آنت) کے کہ اس سے خباثت ممتنع الانفکاک ہے خلاصہ یہ ہوا کہ کرش ومعا کی خباثت متاصلہ ثابتہ کی طرح اس کے ساتھ قائم ودائم ہے جو زوال پذیر نہیں ہے اور جلالہ کی خباثت ایک کیفیۃ متحصلہ کی طرح اس پر طاری وحادث ہوئی ہے جو بہر حال زوال پذیر ہے۔ بخوف طوالت اس کی تمثیل وغیرہ سے صرف نظر کرتا ہوا مزید عرض گزار ہوں اب ذرا زحمت فرماتے ہوئے گلستان منطق کے باب المرکبات سے گزرتے ہوئے قضایائے موجہات کی سیر کیجئے تو ان میں سب سے فوق الفوق ضروریہ مطلقہ قاضی فیصل کی طرح ایجاب وسلب دونوں صورت میں یہ اعلان کرتا ملے گا "کل کرش ومعا خبیث بالضرورة ولا شئی منها بطیب باالضرورة" بخلاف جلالہ کی خباثت کے کہ اسے مشروطہ عامہ وصف عنوانی کی رسی باندھے اور قید کیے ہوئے یہ آواز دیتا ملے گا۔

"کل جلالة خبیثة بالضرورة مادامت جلالة "ولا شئی من الجلالة بطیبة مادامت جلالة" اس طرح کرش ومعا کی خباثت ضروریہ مطلقہ کے قالب میں غمناک نظر آرہی ہے جلالہ کی خباثت مشروطہ کے دامن سے بندھی مل رہی ہے۔ رہا ان دونوں قضیوں کا باہمی امتیاز وفرق منطق اعلیٰ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ ضروریہ میں ضرورت علی الاطلاق ہوتی ہے یعنی موضوع کے لیے نسبت محمول کا ثبوت یا سلب بلا کسی قید وقت شرط وصف وغیرہ (۲) کے ضروری ہوتا ہے اس وجہ سے

---

(۱) قد اورد بهذا المثال لعینه فی ملامبین ۔۱۲ عفی عنه

(۲) اصول فقہ کے انداز پر یوں کہہ لیجئے کہ کرش ومعا خبیث لعینہ ہے اور جلالہ خبیث لغیرہ ہے اور دونوں کا فرق اہل علم پر خوب روشن ہے۔

اس کا نام مطلق ہوا ہے اور مشروطہ میں ضرورت بحسب الوصف ہوتی ہے یعنی قضیہ میں نسبت کے مستحیل الانفکاک ہونے کا حکم صرف اس وقت تک ہے جب تک ذات موضوع کے لیے وصف عنوانی ثابت ہے خواہ زمانہ وصف میں ہو یا بشرط الوصف ہو یا لاجل الوصف ہو۔ (۱) اور ضروریہ میں نسبت محمول کا مستحیل الانفکاک ہونا جس طرح ناشی عن الذات عینیت یا جزئیت کی بنا پر ہوتا ہے یوں ہی امر منفصل بھی (۲)

خارج لازم کی وجہ سے ہوا کرتا ہے بایں لحاظ کرش ومعا کی خباثت نہ اس کا عین ہے نہ جز ہے بلکہ خارج لازم ہے جیسا کہ اس کی مکمل وضاحت ہو چکی ہے اس طرح مشروطہ میں بھی وصف کی علت تامہ مستلزمہ ہونے کی بنا پر محمول واجب اور ضروری الثبوت ہوتا ہے کہ یہی تیسری قسم والا لاجل الوصف مشروطہ کہلاتا ہے جس کا ذکر ابھی مذکورہ بالا سطور میں ہوا ہاں اس کے نادر الوقوع (۳) ہونے کی وجہ سے گو عام متون میں اس کا ذکر نہیں کیا جاتا بلکہ صرف مشروطہ بدو معنی کا ذکر ہوتا ہے مگر شارحین حضرات اپنی اپنی شرحوں میں اسے ضرور بیان کر دیتے ہیں۔ (۴) المختصر یہاں مسئلہ جلالہ میں یہی تیسری قسم والا مشروطہ ہے یعنی جلالہ مویشی میں وصف خباثت کی علت غلاظت خوری کی

---

(۱) ای فی زمان الوصف لا جل الوصف حمد الله بحث موجہات ۱۲ منہ عفی عنہ۔

(۲) ملا مبین بحث موجہات میں صاحب مسلم علیہ الرحمہ کے حاشیہ سنیہ سے نقل کیا ہے۔ قال فی الحاشیۃ سوا کانت نافیۃ عن ذات الموضوع وامر منفصل عنہ فان بعض المفارقات لو اقتضی الملازمۃ بین الامرین یکون احدھما ضروریا للاخروان کان امتناع الانفکاک عنہ من خارج انتھی۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ محمول کا واجب الثبوت اور ضروری ہونا کبھی امر خارج منفصل کی وجہ سے بھی ہوتا ہے جب کہ موضوع کے لیے لازم اور ضروری ٹھہرا۔ لہذا ہر جگہ کل انسان حیوان بالضرورۃ کی طرح جزیت محمول اور زید انسان بالضرورۃ کے مثل عینیت محمول ضرورت نہیں۔ ۱۲

(۳) "قال فی ملا مبین ص ۲٤٥ فی ھذا القسم من المشروطۃ تر خیصا عن المصنف وقد یو خذ الضرورۃ الاجل الوصف ولم یذکر ھا لندرۃ معناھا"۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

(۴) کما قال ملا مبین حمد اللہ وغیرہما۔

کثرت زیادت ہے۔جس کی بناپر بحسب طبع شرع مادام الوصف العنوانی اس کی طرف خباثت کی نسبت ضروری اورواجب الثبوت ہوگئی جیسے (۱) کل ابیض مفرق البصر بالضرورۃ مادام ابیض میں یہاں تفرق بصر کی علت مستلزمہ بیاض ہے۔نہ یہ کہ وہ کل کاتب متحرك الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا کی طرح بشرط الوصف مشروطہ ہے کہ اس معنی کروہ مویشی شرعانہ جلالہ ہی قرار پاسکے گانہ ہی وہ خبیث کہلائے گا (۲)۔کما لایخفی علیٰ من له ادنی فطانة فی المعقولات" اورنہ ہی وہ "کل کاتب انسان بالضرورۃ مادام کاتبا" کی طرح زمانہ وصف اوراس کے اوقات کے لحاظ سے مشروطہ کہا جائیگا کہ جس میں نسبت محمول کے ضروری ہو نے کے لیے وصف عنوانی کودخل نہیں ہوتا کیوں کہ اس میں ذات موضوع کا وصف عنوانی سے متصف ہونا شرط نہیں ہے بلکہ وصف عنوانی ذات موضوع کے لیے ایک ظرف ہوتا ہے۔جیسا کہ مثال مذکور میں ثبوت انسانیت کے لیے وصف کتابت کودخل نہیں ہے بلکہ صرف ذات کاتب زید عمر وبکر وغیرہ کے لیے انسانیت ضروری الثبوت بتائی گئی ہے اس سے قطع نظر کہ ذات موضوع زید وبکر وصف کتابت سے موصوف ہوں یا نہ ہوں کتابت (وصف عنوانی) ذات موضوع کے لیے ظرف بنا ہوا ہے زمانہ وصف اوراس کے اوقات کے لحاظ سے اسے مشروطہ کہا جاتا ہے جسے مشروطہ بمعنی ثانی کہا جاتا ہے الحاصل "کل جلالة خبیثة بالضرورۃ مادامت جلالة "تیسری قسم لاجل الوصف والامشروط ہے جسے بمعنی ثالث کہیے یا امتیاز کے لیے مشروطہ اجلیہ وصفیہ کے

---

(۱) "قد ذکر هذا المثال فی ملا مبین المشروطة التی لاجل الوصف۔"

(۲) اس لیے کہ اس صورت میں "کل جلالة خبیثة بالضرورۃ مادامت جلالة" کا مطلب یہ ہوجائے گا کہ خاص غلاظت خوری ہی کے وقت وہ مویشی خبیث ہے اوراس نجاست سے باز رہنے کے وقت خباثت جاتی رہی اب اسے ذبح کر کے کھایا جاسکتا ہے حالانکہ یہ مطلب باطل محض ہے اس لیے کہ کسی وقت غلاظت کھالینے سے نہ اس میں خباثت آجائے گی نہ ہی اس وجہ سے وہ جلالہ قرار پائے گا بلکہ کثرت وزیادت کے ساتھ یہ ناپاک عادت ہونے پراسے جلالہ کہا جائیگا بلکہ مشروطہ بشرط الوصف اتنے پرتو ایک ہی بار نجاست کھالینے سے اسے جلالہ قرار دینا ہوگا جو اصطلاح شرع سے بالکل بیگانگی کہی جائیگی۔۱۲منہ

نام سے موسوم کیجئے کچھ بھی صحیح مقصد واضح ہے۔

سوال: کرش ومعا کی خباثت کو آپ نے قضیہ ضروریہ مطلقہ سے تعبیر کیا ہے اور جلالہ کی خباثت کو مشروطہ عامہ سے حکایت کی ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ ہر دونوں قضیوں کا مفاد قطع ویقین ہوتا ہے اس لیے کہ دونوں میں نسبت محمول الی الموضوع ضروری اور واجب ہوتی ہے۔ بالخصوص ضروریہ مطلقہ افادہ یقین میں قوی تر ہوتا ہے لہذا بایں وجہ کرش ومعا اور جلالہ کا خبیث ہونا اور یقینی ہوا اور خبائث کی حرمت پہ نص قطعی موجود ہے کما فی قولہ تعالیٰ ﴿ویحرم علیھم الخبائث﴾ تو باقتضائے قطعیت مردار اور خون کی طرح کرش ومعا اور جلالہ کو بھی حرام قطعی کہنا چاہیے حالانکہ آپ نے گزشتہ تقریروں میں ان دونوں کو صرف ناجائز کہا ہے جو حرام ظنی کا ہم معنی تو ہوسکتا ہے لیکن اسے حرام قطعی نہیں کہا جاسکتا کہ ان دونوں میں بڑا فرق ہے جو کسی ذی علم سے پوشیدہ نہیں فما ذا جوابکم؟

جواب: ضروریہ مطلقہ یا مشروطہ عامہ دائمہ (۱) بھی بلاشبہ قطع ویقین کا فائدہ کرتے ہیں لیکن واضح ہونا چاہیے کہ علم الیقین کے درجات ومراتب (۲) میں شرعا بڑا فرق ہے اسی لیے ہر درجہ ومرتبہ کا حکم علیحدہ اور جدا جدا ہے جیسا کہ مفتی بحر وبر مجدد رابع عشر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرالولی نے فتاویٰ رضویہ میں یقین کی قسمیں اور اسکے مواضع ومواقع بیان فرمائے ہیں جسکی عربی عبارت بقدر ضرورت میں نے اپنے حاشیہ ذیلی میں نقل کر دیا ہے اور مزید حضرت قدس سرہ کی تحقیق ما سبق اور ما بعد کا خلاصہ مطلب بھی بیان کر دیتا ہوں یقین کی تین

---

(۱) "قوله دائمة بھی الخ لان دوام النسبة بالنظر الدقيق يكون بالوجوب بغيره واذا كان كذلك فحيثما كان الدوام واقعا كان فی مادة الضرورة فيفيد اليقين بلا شبهة وعلى هذا فالتفريق بين الضرورية والدائمة بالا خص والاعم مطلقا على ما قالوا فی بيان النسبة بينها فهو فی مادی الرائی والا فهما متساويا ن ،هذا خلاصة ما فی ملا مبين عن حاشية صاحب السلم ۔فافهم۔

(۲) فتاوی رضویہ جلد اول ص ۸ میں ہے: القطع على ثلاثة اوجه عام يشترك فيه الخواص والعوام وهو الحاصل فی ضروريات الدين وخاص بمن مارس العلم وهو الحاصل فی ضروريات الدين الاعتقادية المجمع عليها والثالث قطع اخص مختلف فی حصوله العلما كما اختلف فی حصول الثانی العوام ۔اه بقدر الحاجة۔

قسمیں ہیں، قطع عام، قطع خاص، قطع اخص پہلی قسم ضروریات دین (۱) میں پائی جاتی ہے۔ جس کا منکر فقہاو متکلمین کے نزدیک بالاتفاق کافر ہے دوسری قسم اجماع کا ثمرہ ہے۔ جس سے فرض اعتقادی یا حرام قطعی کا اثبات ہوتا ہے اس کا منکر عند الفقہا کافر ہے تیسری قسم مختلف (۲) فیہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ جس سے واجب بلکہ مکروہ تحریمی (۳) ثابت ہوتا ہے اس کا منکر فاسق مبتدع و مستدع گمراہ ہوتا ہے کافر نہیں ہوتا۔ نیز خاتم المحققین حضرت علامہ شامی علیہ الرحمہ والرضوان علمائے اصول سے مستفاد اُرقم طراز ہیں جس سے اہل فہم حضرات یقین کے احکام اور اس کے درجات و منازل بخوبی اخذ کر سکتے ہیں "وھو ھذا ان الادلة السمعية (۴) اربعة الاول قطعية الثبوت والدلالة (۵) كنصوص القرآن المفسرة المحكمة والسنة المتواتر التى مفهومها قطعى الثانى قطعى الثبوت ظنى الدلالة كالايات المئولة الثالث عكسه (۶) كالاخبار الآحاد التى مفهومها قطعى " الربع (۷) ظنيهما كالاخبار الآحاد التى مفهومها ظنى فبا لاول يثبت الفرض وحرام وبالثانى

---

(۱) وفسرت الضروريات بما يشترك فى علم الخواص والعوام (فتاوی رضویہ ج ۱ ص ۶) اقول فالضرورية ههنا بمعنى البداهة كما فى الفتاوى المذكورة ايضا۔ ۱۲

(۲) یہ تیسری قسم ہر جگہ اختلاف علما ہی پر مبنی نہیں ہے بلکہ جہاں کہیں آیت مئول یا حدیث ظنی الثبوت یا ظنی الدلالۃ ہو وہاں بھی تیسری قسم موجود ہوگی جیسا کہ عنقریب شامی کے حوالہ سے واضح ہو جائے گا لیکن چونکہ جہاں دلالت یا ثبوت میں قطعیت نہیں ہوتی وہاں عموما اپنے اپنے دلائل خارجی کی روشنی میں فقہائے کرام اختلاف فرماجاتے ہیں اس لیے اکثر طور پر تیسری قسم والا یقین اختلاف کا مفاد قرار دیا گیا ہے۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

(۳) جس کو عموما ناجائز کہا کرتے ہیں اور کبھی (بمعنی ظنی) حرام بھی کہتے ہیں جیسا کہ شامی کے حوالے سے بیان کر چکا ہوں ان شئت فانظر ہنا۔ ۱۲ عفی عنہ

(۴) اى الدلالة التى تحصل بنصوص القرآن والاحاديث ۔ ۱۲ منه عفى عنه

(۵) یعنی کلام و عبارت بلا شک یقیناً متکلم ہی کا ہے اور اپنے معنی مراد بتانے میں اس طرح یقینی ہے کہ سامع کو متکلم کے جاننے اور سمجھنے میں کوئی شبہہ باقی نہ رہے۔ فهو التوضيح ينجلى البواقى فيمابعد التضاد والعكس فى بعض الامر منه بعد الثبوت ۔ ۱۲

(۶) اى قطعية الدلالة ظنية الثبوت ۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

(۷) اى قطعية الدلالة والثبوت كليهما ۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

والثالث یثبت الواجب وکراهة التحریم وبالرابع السنة والمستحب انتهى بقدر الحاجة"

(شامی ج ا ص ۶۴ مطبوعہ دیوبند)

عبارت مذکورہ کا حاصل معنی یہ ہے کہ نص (۱) قطعی الثبوت والدلالۃ سے حرام قطعی اور فرض قطعی ثابت ہوتا ہے اور قطعی الثبوت (۲) ظنی الدلالۃ یا ظنی الثبوت (۳) قطعی الدلالۃ سے واجب اور مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہے اور ظنی الثبوت والدلالۃ (۴) سے سنت اور مستحب کا ثبوت ہوتا ہے۔

الغرض شرعی قرائن وشواہد کے ذریعہ کرش ومعاذکر خصیہ مثانہ وغدود وغیر ہا من الامثال (۵) کی خباثت پہ ضرور ایسا یقین حاصل ہے کہ جسے ضروریہ مطلقہ سے تعبیر کیا جائے اور بحکم آیت کریمہ ﴿ویحرم علیھم الخبائث﴾ ان اشیاء کو ناجائز اور مکروہ تحریمی یا حرام ظنی کہا جائے گا لیکن وہ یقین حاصل نہیں جو نص قطعی الدلالۃ والمراد کا مفاد ہوتا ہے جس کے سبب وہ چیزیں حرام قطعی کہی جائیں جیسا کہ مردار خون خنزیر وغیر ہا من الامثال کی حرمت اس درجہ قطعی اور یقینی ہے کہ اس کا منکر کافر وزندیق ہے اس لیے کہ ان چیزوں کو قرآن مجید میں خاص نامزد کر کے حرام فرمایا کہ جس میں تاویل واحتمال کی اصلا گنجائش نہیں ہے کہ ایسی ہی نصوص وعبارات کو قطعی الدلالۃ کہا جاتا ہے کہ جو مراد متکلم بتانے میں قطعی اور یقینی ہوتی ہے اور افادہ معنی میں محکم کہی جاتی ہیں جیسا کہ

---

(۱) جیسے آیات مفسرہ محکمہ جس میں معنی غیر کا احتمال نہیں یا وہ حدیث متواتر جس کا مدلول مفہوم اس طرح قطعی یقینی ہو کہ معنی غیر کا احتمال نہ رکھے۔۱۲

(۲) جیسے آیات مؤلہ جن کا مدلول یقینی نہیں بلکہ دوسرے معنی مراد ہو سکتے ہیں۔۱۲

(۳) جیسے وہ احادیث جن کا مفہوم تو قطعی ہے لیکن خود حدیث کا ثبوت قطعی نہیں کہ خبر واحد ہے۔۱۲

(۴) جیسے وہ احادیث آحاد جن کا مفہوم ظنی ہے۔۱۲ منہ

(۵) جیسے دریائی جانوروں میں مچھلی کے سوا تمام جانوروں کا بوجہ خباثت حرام ہونا یونہی کوے کا حرام ہونا جیسا کہ گزشتہ اوراق میں ان سب کی تفصیل آچکی ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ

آیت مبارکہ میں صراحۃً ارشاد ہے: ﴿انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل به لغیر الله﴾ پارہ ۲ سورۃ بقرۃ اس مضمون کی دوسری آیت بڑی تفصیل کے ساتھ سورہ مائدہ شریف میں وارد ہے ﴿حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل لغیر الله به والمنخنقة والموقوذة والمتردیة والنطیحة الی اخرها﴾

غایت مافی الباب: یہ کہ مسئلہ زیر بحث میں کرش ومعا کی خباثت کو ضرور یہ مطلقہ سے تعبیر کرنا یوں ہی جلالہ کی خباثت کو مشروطہ عامہ سے بیان کرنا نتیجۃً ان دونوں کو حرام قطعی ہونے کو مستلزم نہیں جس سے ہماری بحث پہ کوئی ایراد وارد ہو سکے بلکہ وہ حرام ظنی ہی ہونے کو مفید ہے تاہم دونوں میں فرق ہے جیسا کہ میری گزشتہ تقریروں سے واضح ہے۔

الحمدللہ کہ معقول ومنقول کی ہر چھوٹی بڑی عدالت سے فیصلہ ناطق ہو گیا کہ کرش ومعا کی خباثت اپنی کیفیت وحیثیت میں جلالہ کی خباثت سے زائد اور اس سے اکد اور اشد ہے پھر تو بحکم حدیث فقہ جلالہ کو ناجائز الاستعمال سمجھنا اوجھڑی آنتوں کے ناجائز ہونے میں شبہ کرنا علم وعمل کے ساتھ بڑی خیانت اور بے انصافی بلکہ حق وصداقت دین ودیانت کے ساتھ ایک شرمناک حرکت ہے۔والی الله المشتکی
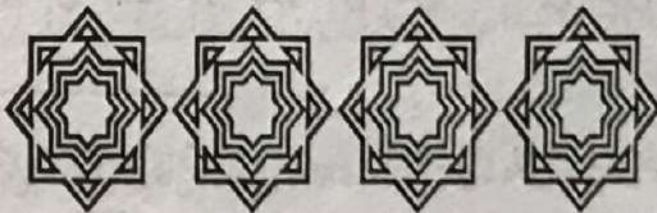
اب بحمدہ تعالیٰ اپنی گزشتہ تمام تحقیقات وتنقیحات کا خلاصہ شکل بدیہی الانتاج کے کانٹے سے میزان کر کے آخری فیصلہ سناتے ہوئے اصل بحث کا خاتمہ کرتا ہوں اب اس فیصلہ کے بعد کسی اپیل کی گنجائش نہیں۔ "وهو الموفق والمعين وعليه نتوكل وبه نستعين"۔

آخری فیصلہ

صغریٰ: الكرش والمعا من الخبائث

کبریٰ: وكل ما كان من الخبائث فهو حرام

نتیجہ: فالكرش والمعا حرام

دلیل کا صغریٰ یعنی اوجھڑی آنتوں کا خبیث ہونا ٹھوس دلائل اور روشن شواہد سے واضح ہو چکا اور کبریٰ پہ شرح وبسط کے ساتھ نص قرآنی ﴿ويحرم عليهم الخبائث﴾ پیش کر چکا ہے لہذا اب نتیجہ میں کسی بھی انصاف پسند عاقل کو لب کشائی کی گنجائش نہیں۔ والله تعالىٰ هو الهادى وهو اعلم وعلمه جل مجده اتم احكم۔

تذنیب

رہا زید کا یہ کہنا کہ "ہم نے بعض ذمہ دار کو اوجھڑی کھاتے دیکھا ہے" تو اس کا یہ کہنا ایک ملامت خیز دعویٰ ہے کہ جس میں وہ بعض علما کی طرف ایک گناہ کی نسبت کرتا ہے اس لیے حسب مسئلہ قضا زید خود کو ایک مدعی کو شاہد (۱) قرار دیتے ہوئے اپنے ساتھ مزید ایک دوسرا شاہد عدل پیش کرے جس میں شہادت یوں ادا کی جائے گی کہ ہم دونوں گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے اپنی آنکھوں

---

(۱) فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۵۴ عن النہر الفائق خط مصری میں مسئلہ التعزیر فیما تتعلق بحق اللہ کے عنوان کے تحت یوں ہے یجوز اثباتہ بمدع۔ "شهد به فيكون مدعيا شاهد هذا اذا كان معه آخر" ۱۲ منہ

سے فلاں عالم صاحب کو اوجھڑی کھاتے دیکھا ہے اب ادائے شہادت کے بعد اس عالم کا مذہبی (۱) اور علمی (۲) جائزہ لیتے ہوئے اس کی شرعی معذوری اور مجبوری پہ گفتگو کی جائے گی جس میں قاعدۂ شرعیہ کے مطابق مسئلہ اضطرار (۳) یا استشفاء بالحرام (۴) سامنے لایا جائے تو اگر اس کا قانون جاری ہوا اور بہ ارشاد الٰہی ﴿فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ﴾ اور بقاعدہ "الضرورات تبیح المحظورات" اسے شرعی اذن مل گیا تو فبہا وہ عالم ہو یا غیر عالم معذور قرار دیتے ہوئے معاف رکھا جائیگا ورنہ مسئلہ شرعی وہی عدم جواز کا اپنی جگہ برقرار رہے گا کہ کسی معذور و مضطر کے حق میں کسی ناجائز شئی کے جائز (۵) ہو جانے سے مطلقاً ہر شخص کے لیے وہ جائز نہیں ہو سکتی الغرض کسی کے عذر یا بے

---

(۱) یعنی وہ عالم باعمل ہے یا نہیں۔۱۲

(۲) یعنی وہ عالم کرش و معا کے مسئلہ پر فقہی توجہ کرتے ہوئے عدم جواز پر مطلع ہوا تھا یا نہیں اگر اپنی علمی غفلت کی بنا پر آگاہ نہیں ہو سکا تھا پھر آگے بحث کی حاجت ہی نہیں ورنہ وہی عذر و مجبوری کا سوال پیدا ہوگا جس کی تشریح رسالہ میں کی گئی ہے۔ ناظرین اسے بغور پڑھیں اور سمجھیں۔۱۲ منہ

(۳) قولہ مسئلہ اضطرار یہ ہے کہ جو شخص حرام چیز استعمال کرنے پر مجبور اور مضطر ہو جائے خواہ یوں کہ شدت بھوک یا پیاس سے جان جانے کا صحیح اندیشہ ہو جائے اور حرام کے سوا حلال چیز اسے میسر نہ آسکے یا یوں کہ کوئی ظالم کسی کو حرام کھانے یا پینے پر اس طرح مجبور کرے کہ ایسا نہ کرنے پر اسے قتل کر دیگا اور یہ مجبور شخص حالات کے قرنیہ سے اس کام کو کر رہا ہے تو ایسی حالت میں بے خواہش نفس بقدر ضرورت یا بقدر جبر حرام کھا پی کر جان بچالے غیر باغ ولا عاد کا مطلب یہی ہے کہ خود کی خواہش نہ ہو نہ ہی قدر ضرورت سے تجاوز کرے ورنہ حکم سابق کی خلاف ورزی میں حرام کا مرتکب ہو جائے گا الماخوذ من آیۃ انما حرم علیکم المیتۃ الخ مستفاد بالتفسیرات الاحمدیہ۔۱۲ منہ عفی عنہ

(۴) استشفا بالحرام یعنی حرام چیز کے ذریعہ شفاء مرض چاہنا اور حرام چیز دواء استعمال کرنا اس مسئلہ میں تفصیل مذکور ہے یہاں اس کی گنجائش نہیں حسب موقعہ مفصل جواب دیا جاسکتا ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ

(۵) قولہ جائز الخ۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ وقت اضطرار اور مضطر کے حق میں حرام شئی حلال ہو جاتی ہے یا اس وقت بھی حرام رہتی ہے صرف استعمال کرنے کی اجازت اور رخصت دیتے ہوئے اس کے ذمہ سے گناہ اٹھالیا جاتا ہے اکثر احناف کی تحقیق یہی ہے کہ مضطر کے حق میں بقدر حاجت حرام شئی حلال ہو جاتی ہے اسی اختلاف کے پیش نظر دو مختلف حکم اور اثر مرتب ہوتے ہیں جس کی تفصیل کی یہ جگہ نہیں (تفسیرات احمدیہ)

عذر عمل سے مسئلہ نہیں بدلا کرتا مسئلہ پر عمل ہوتا ہے نہ کہ عمل پر مسئلہ ہوتا ہے لہذا بر تقدیر صدق سائل زید کی دلیل نامعقول غیر مقبول ہے۔ واللہ رسولہ اعلم جل جلالہ ﷺ

الخاتمۃ لدفع الواھمۃ

کے تحت زیر نظر جواب پہ از خود بعض سوالات وشبہات قائم کر کے ان کا استیصال اور انہیں قلع قمع کر دینا ضروری ہے تاکہ آئندہ کسی وہم ووسوسہ کا دخل نہ ہوسکے نہ ہی اہل حق کو کوئی شخص مغالطہ دے سکے اس لیے سوالات اور اس کے تحقیقی جوابات کے عنوان سے ہر شبہ اور اعتراض کا مفصل اور مدلل جواب ہدیہ ناظرین ہے۔ "وھو حسبی ونعم الوکیل"

سوال: حدیث شریف میں حلال جانوروں کے اجزائے ممنوعہ صرف سات بتائے گئے ہیں اور فقہ کی کتابوں میں بھی انہیں سات چیزوں پہ اکتفا کرتے ہوئے تشریح وتوضیح کی گئی چنانچہ تنویر الابصار درمختار ردالمحتار کی عبارتیں خود آپ نے بھی نقل کی ہیں لیکن ان حضرات میں سے کسی نے بھی اوجھڑی آنتوں کے متعلق کوئی حکم صادر نہیں فرمایا حالانکہ موقع کا تقاضہ یہ تھا کہ ان سات اجزائے ممنوعہ کے ساتھ کرش ومعا کا بھی ذکر کیا جائے اس سے معلوم ہوا کہ فقہائے کرام کے نزدیک کرش ومعا ناجائز نہیں ورنہ ان سات کے علاوہ ان کا بھی ذکر کیا جاتا۔

جواب: سبحان اللہ کیا فروع کے ذکر نہ کرنے سے اصول متروک ہو جائیں گے یا عدم ذکر ذکر عدم ہوتا ہے اگر ایسا ہو تو کتنے ایسے مسائل جن کا صراحۃً ذکر نہ تو قرآن میں ہے اور نہ تو حدیث شریف میں ہے بلکہ وہ مسائل ائمہ کرام نے بتائے ہیں تو سائل کے خیال کے مطابق وہ ائمہ حضرات مورد الزام ٹھہریں گے یونہی ائمہ اعلام سے صراحۃً بہت سے مسائل منقول نہیں ہوئے بلکہ ان کے متبعین علمائے عظام نے بیان فرمائے ہیں تو ان حضرات پہ الزام آیا "فاین الخلاص" کہاں چھٹکارا رہا۔ لہذا ایسا شبہ باطل اور گمراہ کن ہے قاعدہ یہ ہے کہ اصول بتا دیئے جاتے ہیں تو نتیجۃً ان سے سینکڑوں فروع خود مستنبط ہوتے ہیں اس لیے کہ فروع تو بے شمار ہیں وہ کہاں تک بتائے جائیں گے

ان کا حصر واحصا تکلیف مالا یطاق سے جو شرعاً مدفوع ہے اس لیے اصل و مدار مبدأ و ماخذ پہ اکتفا کرتے ہوئے فروع کا ذکر چھوڑ دیا جاتا ہے ہر علم و فن میں یہی دستور ہے جو یہ نہ سمجھے فہم و دانش سے بہت دور ہے دیکھئے حدیث شریف میں ان اجزائے ممنوعہ کے بیان میں قبل کالفظ آیا دبر (زیریں نر مادہ) کا ذکر نہ ہوا تو کیا دبر (پائخانہ کا مقام) کا کھانا درست ہے؟ اس عضو حرام کا ذکر نہ تو صاحب تنویر نے کیا نہ ہی صاحب در مختار نے نہ تو صاحب رد المحتار علامہ شامی نے کیا حالانکہ جب قبل کا ذکر آیا تو مقام کے مناسب دبر کا بھی ذکر ہونا مناسب تھا تو کیا سائل کے نزدیک دبر کھانا جائز ہو جائیگا؟ اس لیے کہ حدیث شریف میں تو صرف سات کا بیان ہوا دبر کے متعلق کوئی حکم صادر نہیں ہوا۔ لہذا بحکم اصول وقواعد سائل کو بھی یہی کہنا پڑے گا کہ جب علت حرمت خباثت ہے تو جیسے قبل کی خباثت معلوم اور اس کا حکم ظاہر ہے یونہی دبر کی خباثت ظاہر اور اس کا حکم واضح ہے۔ اس لئے دبر کا ذکر نہ کرنے سے کوئی اثر نہیں پڑتا تاہم بعض فقہائے کرام نے ان سات کے علاوہ زیادت واضافہ کی فہرست میں دبر کا ذکر صراحۃً کر دیا ہے جیسا کہ صاحب جوہرہ نے ینابیع کے حوالہ سے بتایا کہ قبل کی ممانعت میں دبر بھی داخل ہے چنانچہ تحریر ہے "وزاد الینابیع الدبر" (جوہرہ نیرہ ۲ص ۲۸۱) یونہی ہو سکتا ہے کہ کسی فقیہ نے کرش ومعا کا بھی ذکر کیا ہو اور ہمیں اس کی اطلاع نہ ہو کیوں کہ فقہ کی ہزار ہا کتابیں وہ ہیں جو صرف کانوں نے سنی ہیں آنکھوں نے ان کی زیارت نہیں کی ہے تاہم اس پر اطلاع نہ ہونا ہمیں کسی طرح مضر نہیں کیوں کہ ہمیں قانون شرعی پر اطلاع کافی ہے اس کے ہر جزئی مذکور ہونے کی اطلاع ضروری نہیں۔

نوٹ: سائل کو اس جواب سے مزید بصیرت حاصل کرنی چاہیے کہ پائخانہ کا مقام کیوں نا جائز ٹھہرا؟ اسی لیے تو کہ وہ غلاظت کا مجری اور گزرگاہ ہے اسی راستے سے گندی اور خبیث چیز آتی ہے جسے لید اور گوبر کہا جاتا ہے تو جو عضو خود ایسی گندگی اور غلاظت کا برتن اور مخزن ہو ڈھیروں گندگی سڑتی رہتی ہو تو پھر ایسے کی خباثت اور ممانعت میں کسی جاہل کو بھی شبہہ ہو سکتا ہے ﴿فاین تذھبون وبما ترجعون اف لکم ایھا العاقلون﴾۔(۱)

(۱) تو آپ لوگ کدھر جا رہے ہیں اور کون سی حق بات لے کر اپنے رب کی طرف واپس لوٹیں گے اف ہے دانش مند۔۱۲

سوال: صاحب تنویر الابصار نے ماکول اللحم کے اجزائے سبعہ کی ممانعت "کـــــــرہ تحریما" سے بیان کی لیکن صاحب درمختار شارح تنویر نے "وقیل تنزیها" کہہ کر کراہت تنزیہی کا بھی قول نقل کیا۔ گو والاول اوجہ کہہ کر ماتن کی موافقت میں تحریمی کا قول زیادہ وجیہ اور قوی بتایا۔ (درمختار ج ۵ ص ۴۷۷ مطبوعہ دیوبند) اور آپ نے اپنے جواب میں کرش ومعا کے عدم جواز کی نظیر میں بحیثیت مستدل بہ ذکر وخصیہ وغدہ ومثانہ وغیرہا کو بڑے وثوق سے پیش کیا ہے لیکن جب بعض فقہا کے خیال کے مطابق خصیہ مثانہ وغیرہا خود صرف مکروہ تنزیہی ٹھہرے تو وہ آپ کے مسئلہ کرش ومعا کے عدم جواز کی نظیر کیوں کر بن سکتے ہیں کیوں کہ منظر اور منظر لہ ایسی تشبیہ ہونا ضروری ہے کہ جس سے اشتراک فی الحکم ثابت ہو اور یہ بات یہاں حاصل نہیں اس لیے کہ مکروہ تنزیہی بھی مرتبہ جواز میں ہوتے ہوئے صرف خلاف اولیٰ ہوتا ہے اور مکروہ تحریمی بہر حال ناجائز ہوا کرتا ہے۔

(ردالمحتار ج ۱ ارضویہ ج ۱)

اور ظاہر ہے کہ جو مسئلہ حکم تحریم پہ شامل ہے اسے تنزیہ والے مسئلہ سے مشابہت ہو سکتی ہے لہذا بعض فقہا کے اختلاف کے نتیجہ اور ثمرہ میں آپ کا تنظیری استدلال بالکل کمزور اور ضعیف ٹھہرا حالانکہ خصیہ مثانہ والا مسئلہ آپ کی نگاہ میں ایک پائیدار اور مستحکم مستند بہ کی حیثیت رکھتا ہے "فانظر ماذا تری"۔

جواب: آپ کے اخذ سوال صرف وقیل تنزیہا والی عبارت ہے۔ جس کے سہارے پر جمہور فقہا سے خلاف ہونے کو آپ نے اختلاف سے تعبیر کیا جو درحقیقت اصطلاح علما سے بے خبری اور بیگانگی کا ثبوت ہے اب بغور سنیے! دو ایک شخصوں کا جمہور سے خلاف ہو جانے کو اختلاف نہیں کہا جاتا ہے خلاف اور اختلاف میں بڑا فرق ہے چنانچہ شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی ص ۱۲؍ پر ہے۔ "فان مخالفة واحد او ثنتين للجمهور يسمى خلافا لا اختلافا فلا يخرج الحكم عن كونه متفقا عليه" درحقیقت اگر دو ایک لوگوں کی مخالفت کو اختلاف کا درجہ دیا جائے تو ہزار ہا مسائل شرعیہ مختلف فیہ ہو کر حکم فقہی کمزور اور ضعیف قرار پائیں گے۔

پھر تو امان اٹھ جائیگی کیوں کہ اختلاف کا ثمرہ مسئلہ کی قوت پر اثر انداز ہوتا ہے اور آپ

مسائل کا تفصیلی جائزہ لیں تو تقریبا ہر مسئلہ میں کسی نہ کسی کا خلاف ضرور دیکھیں گے تو اگر ایسی مخالفت اور خلاف کو کچھ وقعت دی جائے تو پھر گناہوں کا دروازہ کھل جائے گا لہذا دو ایک شخصوں کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں ورنہ پھر اجماع اور اتفاق کا کیا حال ہوگا اور جمہوریت کسے کہا جائے گا بالخصوص جب کہ وہ دو ایک بجائے خود قابل اعتماد نہ ہوں تو ان کے خلاف کو کیا مقام حاصل ہو سکتا ہے جیسا کہ آپ اپنے مرکزی نقطہ سوال وقیل تنزیھاً کا جائزہ لیں گے تو آپ کو خود معلوم ہو جائے کہ اس قیل کے قائل کون ہیں اور ان کی کیا حیثیت ہے لہذا ملاحظہ فرمائیے اسی عبارت درمختار قیل تنزیھًا کے تحت ردالمختار (شامی) میں ہے "قائله صاحب القنيه "یعنی تحریم کے بجائے تنزیہ کے قائل صاحب قنیہ ہیں اور صاحب قنیہ کون صاحب ہیں اسے بھی غور وتوجہ سے سن لیجئے یہ جناب فرقہ ضالہ معتزلہ کے اک عالم ہیں جو مسلکاً تو حنفی ہیں، عقیدہ معتزلی۔ لہذا ضابطہ روایت کے تحت محض ان کی روایت فقہیہ حنفیہ پر حضرات علماء نے اعتماد کیا ہے یعنی جہاں تک نقل روایت کا تعلق ہے صرف اسی میں وہ مقبول ہیں باقی فقہی روایت میں مقبول ومعتمد نہیں ہیں اسی لیے ماہرین فقہ ان کی روایت پر خاص توجہ رکھتے ہیں کہ کہیں اپنی درایت کو دخل دیتے ہوئے روایت میں خلط وادراج نہ کیے ہوں جسے محدثین کی اصطلاح میں مدرج کہا جاتا ہے کہ روایت حدیث میں راوی محدث کسی لفظ کا دوسرا معنی ومراد خود اس طرح بتاتا ہے کہ سامع اسے حدیث کا جزو سمجھ لیتا ہے حالانکہ وہ اصل حدیث کے الفاظ نہیں ہوتے بخوف طوالت اس کی مثال سے صرف نظر کرتا ہوا مانحن فیہ کے مطابق فقہی مثال پیش کرتا ہوں کہ اسی خلط وادراج کے باعث بشر مریسی معتزلی کے قول "والرحمن لا افعل كذا" میں اگر الرحمٰن سے سورہ رحمٰن مراد لی تو قسم نہ ہوگی! بر بنائے عدم توجہ بعض اکابر فقہا کو التباس ہو گیا کہ شاید یہی روایت مذہب ہے حالانکہ یہ بشر مریسی کا خود اپنا قول ومذہب ہے جو ائمہ کرام کے بالکل خلاف ہے (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۹۸ لہذا صاحب قنیہ کا تمام فقہائے احناف کے خلاف تحریم کی بجائے تنزیہ کہنا قطعاً غیر معتبر نامقبول ہے اس لیے کہ حدیث وفقہ کی کسی روایت کے مطابق نہیں اسی لیے تو صاحب تنویر علیہ الرحمہ المولیٰ

القدیر نے صاف لفظوں میں "کرہ تحریما "فرما کر عدم جواز کی صراحت فرمادی تا کہ کسی کو جواز کا شبہ نہ رہ جائے حالانکہ اگر صرف کرہ فرماتے جب بھی حسب اصطلاح فقہائے کرام تحریم ہی مراد لی جا تی "لان الکراھة حیث اطلقت یراد بھا التحریم " (شامی وغیرہ عامہ کتب) اب قابل توجہ بات یہ کہ صاحب قنیہ گو اعتقاداً معتزلی ہیں مگر مسلکا ایک ذی علم حنفی ہیں جس کی بنا پر صاحب غنیۃ، صاحب منیہ کی طرح انہیں بھی حنفی فقیہوں میں شمار کیا جاتا ہے تو حنفی اصول وقواعد کی پابندی کرنا اور قلادۂ تقلید کو وفاداری سے برقرار رکھنا ان کا فرض منصبی تھا اب ایسی صورت میں یہ کون سی تقلید ہے کہ ہمارا ان کا بلکہ سب کا قائد اعظم فی الآفاق امام اعظم علی الاطلاق جب کسی چیز کے لیے اکردہ فرمائے تو ان کی مراد مکروہ تحریمی ہو (۱) اور انہیں امام الائمہ کے مقلد صاحب قنیہ کرہ رسول اللہ ﷺ من الشاۃ الخ والی حدیث میں اصطلاح امام کے خلاف تمام فقہائے احناف سے برطرف مکروہ تنزیہی مراد لیں! یہ تقلید ہے یا تقلید سے غداری بلکہ بغاوت؟ دراں حالے کہ حدیث کا آخری لفظ والدم۔ تنزیہی کے بجائے تحریمی مراد ہونے کا مؤید اور قرینہ قویہ بھی ہے جب کہ یہاں لفظ کرہ میں قرینہ اور دلیل کی حاجت ہی نہیں کیوں کہ اصطلاح امام کے پیش نظر مطلق کراہت سے تحریم مراد ہونا اصل ہے اور اصل مراد لینے کے لیے دلیل اور قرینہ کی ضرورت نہیں ہاں خلاف اصل تنزیہ مراد لینے کے لیے دلیل اور قرینہ کی ضرورت ہے جس کی مزید تفصیل آئندہ اوراق میں انشاءاللہ شرح وبسط کے ساتھ پیش ہوگی!

رہا یہ کہ کرہ سے تحریم مراد ہونے پر والدم کے لفظ سے کیا تائید وقوت مل رہی ہے؟ تو سنیے! کلام کی صحت اور ہے فصاحت اور ہی چیز ہے صحیح اور فصیح میں بڑا فرق ہے یعنی "کرہ رسول اللہ من الشاۃ الخ" گو "قال قال رسول اللہ ﷺ" سے مرفوع نہیں ہے لیکن حکما مرفوع ہی ہے جس کا ترجمان ایک جلیل القدر فصیح وبلیغ راوی ہے۔ جس میں صاحب قنیہ کے خیال مطابق چھ چیزیں تو تنزیہ پر محمول ہوں گی باقی اگر اسی کرہ کے تحت سابق اشیاء کی طرح خون بھی تنزیہہ پر محمول

(۱) اس لیے کہ کراہت جب بلا تفصیل مطلق استعمال ہو تو اس سے کراہت تحریم مراد ہوتی ہے ۱۲ کما فی الشامی عن البحر عن المصفی عن القاضی الامام ابی یوسف الامام الاعظم ۱۲

ہوتو قطعاً یہ باطل ومردود کہا جائے گا(۱) کیوں کہ "انما حرمت علیکم المیتة والدم الخ" کی نص قطعی سے بالاستقلال خون کا حرام ہونا معلوم ہے اس لیے صاحب قنیہ کیا کسی بھی جاہل بے شرع کے متعلق ایسا گمان نہیں کیا جاسکتا کہ وہ خون کو بجائے حرام کے مکروہ تنزیہی سمجھے لہذا ناچار ان کے نزدیک بھی کرہ(۲) کے تحت خون کا مکروہ بمعنی حرام ہونا ہی مراد ہوگا اور یہ اصطلاح فقہ کے خلاف نہیں ہے کیوں کہ فقہائے کرام حسب موقعہ مکروہ کا اطلاق تنزیہی حرام یہ سب کرتے ہیں (کمافی ردالمحتار ج ا ص ۸۹) چنانچہ اسی عموم اطلاق کے تحت تنویر الابصار اور اس شرح درمختار میں مکروہات امامت سے متعلق یوں رقم ہے "یکره امامة عبد واعرابی وفاسق وولد الزنا الی ان قال وشارب الخمر واکل الربا الی اخر ماقال" (ردالمحتار جلد اول) تو فہرست مذکور میں دونوں قسم کے مکروہات ہیں لیکن میں کہہ چکا ہوں کہ تنزیہہ کے سبب صحیح اور ہے اور فصیح کچھ اور ہے اس لیے صاحب قنیہ کے خیال ارشاد حدیث میں یقیناً یہ بات قابل غور ہوگی کہ جب شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر مبارک میں وہ اشیاء خبیثہ (ذکر وخصیہ غدہ مثانہ وغیرہا) صرف مکروہ تنزیہی ہیں جو فقہ مرتبہ جواز (۳) میں محض خلاف اولیٰ ہوتا ہے تو ان جائز چیزوں کو خون جیسے حرام کے ساتھ ہم رشتہ کرنے میں جو بہ تحقیق اور سیاق کلام کے خلاف استعمال واحد میں دو متضاد مدلول لاکر فہم معنیٰ میں تعقید اور ساتھ ہی انتشار برپا کرنے میں کون سی مصلحت اور اسلوب بیان میں کیا فصاحت ہوسکتی ہے جس کے سبب حکم شرعی سمجھنے میں آسانی کے بجائے سامع کو دشواری کا سامنا کرنا پڑے جبکہ ہر معاملہ میں امت کو سہولت وآسانی پیدا کرنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے ارشاد ہے "یسروا ولا تعسروا" آسانی کرو دشوار نہ بناؤ نیز خیر الکلام (۴) "مادل وقل ولم یمل" کے خلاف یہاں فہم معنیٰ میں دقت پیدا ہو رہی ہے برخلاف اس کے کہ جب اصل

---

(۱) ان کا یشرب عند سیل الدم من الذبح جرعة فجرعة کما قد وقع لجهلا الفا سیقن بامر بعض الماجنین وبا الله الماجنین وبا الله العصمة عن هئولا . المجنون ۔۱۲۔

(۲) پتہ چلا کہ صاحب قنیہ کے نزدیک بھی مکروہ بمعنی حرام ہوتا ہے۔۱۲ عفی عنہ

(۳) کمافی رد المحتار والفتاوی الرضویه جلد اول ۔۱۲۔

(۴) ٥ مختصر کلام وہی ہے جو مختصر ہو بات پوری بتائے دشواری پیدا نہ کرے۔

وتحقیق کے مطابق وہاں کرہ سے تحریم مراد ہونا یقین کیا جائے توان اجزاء ستہ ذکر وخصیہ وغیرہا کوخون کی حرمت سے نہ کوئی اجنبیت رہتی ہے نہ ہی مابین کوئی خاص تفریق ہوتی ہے کیوں کہ وہ سب اجزاء سبعہ (منجملہ خون) ناجائز ہونے میں برابر کے شریک ہیں جن میں خون کو باقی اجزاء کے مقابل وجود تحقق کے اعتبار سے عموم وخصوص اور اعلیٰ ادنیٰ کا فرق نسبت حاصل ہے جیسے کہ خاص میں عام اور ہر اعلیٰ میں ادنیٰ پایا جاتا ہے یوں ہی حرام میں تحریم موجود رہتی ہے ولا عکسہ ۔اب اس توجیہ وجیہ کے مطابق شرح حدیث یہ ہوگی:"شرح رسول اللہ ﷺ تحریما من الشاۃ الذکر والا ثنین الخ" پھر ذریعہ واؤ عطف وکرہ الدم حراما لطیف نکتہ یہ ہے کہ اے میرے امتی خبردار ہوشیار اجزاء ماکول اللحم میں ذکر وخصیہ مثانہ غدہ وغیرہا کی حرمت خون کی حرمت سے قریب ہے(۱) ہے لہذا جس طرح بحکم قرآن خون سے پرہیز رکھتے ہو اور اس سے بچنا فرض سمجھتے ہو یوں ہی ان اشیاء خبیثہ سے احتراز ضروری اور لازم سمجھنا۔قربان جایئے اس کلام بلاغت نظام پر جوحسن ترکیب اور کمال ترتیب سے مزین ہے اسی لیے تو الدم کا لفظ آخر میں ارشاد ہوا ہے تا کہ ان مذکورات کی حرمت ظنی کوحرمت قطعی سے ایک گونہ تشبیہ حاصل ہو جائے نیز اسلوب بیان کمال بلاغت تک پہنچ جائے کہ یہاں عام (اجزائے ستہ) سے خاص (خون) یعنی ادنیٰ (وہی اشیاء ستہ) سے اعلیٰ (خون) کی طرف ترقی عیاں ہورہی ہے۔"فالحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین"

---

(۱) فان المکروہ تحریمایکون الی الحرام اقرب ویسمیہ الامام محمد حراما ظنیا (شامی جلد اول ص ۸۹ مطبوعہ دیوبند)

صاحب قنیہ کے قول تنزیہ پر دوسری فقہی تنقید

کرہ رسول اللہ ﷺ الخ والی حدیث میں لفظ کراہت کے عموم اطلاق کے بموجب عقلاً سات احتمالات مندرجہ ذیل ہیں جن میں سے چھ احتمال ساقط باقی ایک حق اور صحیح ہے۔

(۱) ساتوں اجزاء میں لفظ کرہ صرف کراہت تنزیہہ پر محمول ہو۔

(۲) صرف تحریم پہ محمول ہو۔

(۳) صرف حرام پر محمول ہو۔

(۴) بعض اجزا میں صرف تنزیہ بعض میں تحریم پہ بعض میں حرام پہ محمول ہو۔

(۵) بعض میں صرف تنزیہ اور بعض میں صرف تحریم ہو کوئی چیز حرام پہ محمول نہ ہو۔

(۶) بعض میں صرف تنزیہ اور بعض میں حرام پہ محمول ہو۔

(۷) اول چھ اشیاء میں کراہت تحریم اور باقی صرف ایک اخیر حرام پہ محمول ہو۔

اجزائے سبعہ کے مقابل احتمالات سبعہ کا عددی تناسب بھی خوب ہے اب وجوہ اسقاط نمبر وار حسب ذیل ہیں۔

(۱) سب تنزیہہ ہونے کا احتمال تو بالکل ظاہر البطلان ہے ورنہ خون حرام ہونے کے بجائے مکروہ تنزیہی ٹھہرے گا وذلک کذلک۔

(۲) سب میں محض تحریم ہونا خون کے حرام قطعی ہونے کے معارض ہے فاذا ھو ملحق بما سبق واضح ہو کہ ذبح شرع سے رگوں کا خون (دم مسفوح) نکل جانیکے بعد اعضا میں جو خون باقی رہ جاتا ہے اور گوشت سے نکلتا ہے وہ صحیح مذہب میں پاک ہے اور حلال جانور ہو تو اس کا کھانا بھی حلال ہے جیسا کہ فتاوئ رضویہ ج اول ص ۷۴۴ طبع قدیم غلام علی لاہور (۱) میں ہے صحیح

---

(۱) گوشت کے دھوون سے وضو درست ہے اس ضمن میں یہ مسئلہ آیا۔۱۲

مذہب میں گوشت کا خون بھی پاک ہے پھر حاشیہ ۶ میں ہے ’’گوشت کا خون کہ رگوں کا خون نکل جانے کے بعد خود گوشت میں باقی رہتا ہے پاک ہے، اور حلال جانور ہو تو حلال بھی‘‘ انتہیٰ

یونہی عارف باللہ حضرت علامہ شیخ احمد صاوی مالکی علیہ الرحمہ نے تفسیر صاوی جز اول ۲۳۱ میں آیت ﴿انما حرم علیکم المیتۃ والدم﴾ کے تحت فرمایا ہے۔ ’’والدم الباقی فی العروق فھو طاھر ویجوز اکلہ ‘‘ (۱) اب محل نظر یہ ہو رہا ہے کہ فتاویٰ افریقہ ص ۷۶۔۷۷ میں یوں ہے رگوں کا خون تو بنص قطعی قرآن کریم حرام قطعی ہے قال تعالیٰ ’’او دما مسفوحا‘‘۔ اور ذبح کے وقت جو خون نکلتا ہے وہ بھی ناجائز ہے انتہیٰ۔ دریں صورت پتہ چل رہا ہے کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے جبھی تو فتاویٰ رضویہ میں یہ لفظ فرمایا ’’صحیح مذہب میں جس سے صاف معلوم ہوا کہ دم لحم (گوشت کا خون) کی طہارت وحلت کا قول محقق اور راجح ہے لہذا ہو سکتا ہے بلکہ اغلب یہ ہے کہ فتاویٰ افریقہ میں سوال وجواب کے وقت سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان قدس سرہ العزیز کی توجہ تصحیح روایت کی طرف نہ رہی اور بعض فقہا کے عدم جواز والی روایت کی طرف ذہن سبقت کر گیا اس لیے فتاویٰ افریقہ میں ناجائز کا لفظ مرقوم ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال بہر حال کرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ میں الدم سے مراد مسفوح ہے جس کی مکمل اور مفصل تشریح گزشتہ اوراق شروع جواب میں شامی کے حوالہ سے گزر چکی لہذا یہ دھوکہ ہرگز نہ ہونا چاہیے کہ حدیث مذکور میں الدم سے لحم مراد ہے۔

(۳) سب میں حرام قطعی مراد ہونا نص قطعی کا محتاج ہے اور خون کے سوا باقی تمام کے

---

(۱) یعنی ذبح کے بعد جو خون رگوں اور گوشت میں باقی رہ جاتا ہے وہ پاک ہے اس کا کھانا جائز ہے۔ اس پر کسی کو یہ شبہہ گزرے کہ شیخ احمد صاوی مالکی مذہب ہیں تو ہو سکتا ہے کہ یہ کھانے کا سبب مالکی مذہب میں ہو اس لئے ہمارے لیے سند نہیں بن سکتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اصول تفسیر میں یہ بات مسلم ہے کہ مفسرین حضرات احکام فقہیہ کے بیان میں جمہور کی رائے اختیار کرتے ہیں محض اپنے شخصی مسلک کے مطابق ہر تفسیر نہیں کرتے۔ فحرز۔ منہ عفی عنہ

لیے کوئی نص قطعی الثبوت والدلالۃ وارد نہیں لہذا سب میں حرام قطعی مراد لینا غلط اور باطل ہے، ہاں ان چھ اجزا کا حرام ظنی ہونا اور خون کا حرام قطعی ہونا مراد ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اس معنیٰ میں رد المحتار (شامی) ج اول کی عبارت ما" یحرم اکله من اجزاء الحیوان سبعة الخ" سابق کلام ذکر چکا ہوں۔

(۴) خون کو حرام قطعی پہ محمول کرنے کے بعد باقی اجزاء کے مابین تنزیہہ وتحریم کی تفریق کرنا اور بے دلیل شرع کسی کو تنزیہہ اور تحریم پہ محمول کرنا ترجیح بلا مرجح ہے اور یہ باطل ہے۔

(۵) یہ خون کے حرام قطعی ہونے کے معارض ہے۔"فهذا ایضا ملحق بالثانی وذاباطل بالنص القرآنی"۔

(۶) بار بار بتایا جاچکا ہے کہ کراہت میں تحریم اصل ہے یہی ہمارا مذہب ہے (۱) اور بغیر کسی قرینہ شرعی، اصل کے خلاف جانا یقیناً باطل ہے اور حدیث مذکور میں تنزیہہ مراد ہونے پر ہر گز نہ کوئی بینہ ہے نہ ہی کوئی قرینہ ہے بلکہ اس کے خلاف تحریم مراد ہونا مستحکم ہے۔ کما علمته سابقا وستعلم لا حقا

(۷) یہی حق وصواب مطاب ومستطاب ہے کہ خون (دم مسفوح) حرام قطعی باقی مکروہ تحریمی ہیں غرض ہمارے سابق ولاحق ٹھوس ومضبوط دلائل وشواہد کی روشنی میں صاحب قنیہ کا قول تنزیہہ یقیناً مجروح بھی ہے اور مرجوح بھی اور قول مرجوح پر فتویٰ اور حکم دینا جہالت اور خرق اجماع ہے چنانچہ تصریح ہے"ان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جهل وخرق للاجماع" (در مختار جلد ا ص ۱۵) لہذا سائل کا سوال بناء فاسد علی الفاسد کی طرح اور کاسد اور فاسد ہے ہرگز صحیح نہیں۔

---

(۱) برخلاف مذہب شافعی کے کہ ان کے یہاں مطلق کراہت سے تنزیہی مراد لیتے ہیں اس لئے جس قول ومسئلہ پر جمہور علما کا اتفاق اور اجماع ہوتا ہے وہی راجح اور غالب ہوتا ہے اس کے خلاف کو مرجوح کہا جاتا ہے تو قول مرجوح پر فتویٰ دینا افتراق واختلاف کی بنیاد ڈالنی اور اتفاق اور اتحاد کو توڑنا ہے جو حکم قرآنی ﴿واعتصموا بحبل الله جمیعا ولا تفرقوا﴾ کی خلاف ورزی ہوگی نیز ایسا شخص من شذ شذ فی النار کی وعید کا مستحق ہوگا (العیاذ باللہ اس لئے کہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم سے روگردانی کر رہا ہے۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

سوال: الملفوظ میں عرض وارشاد کے تحت مرقوم ہے، کہ اوجھڑی کھانا کیسا ہے؟

ارشاد: مکروہ ہے! تو سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے صرف مکروہ فرمایا جس سے مکروہ تنزیہی سمجھا جائیگا کیوں کہ ہماری اردو زبان کا یہ محاورہ ہے کہ جب کوئی چیز معمولی درجہ میں ناپسند ہوتی ہے تو علمائے شرع اسے صرف مکروہ کہتے ہیں اور جب سخت درجہ میں ناپسند ہوتی ہے تو اس کی شرعی کراہت کو لفظ ناجائز سے تعبیر کرتے ہیں۔ جسے فقہائے کرام اپنی اصطلاح میں مکروہ تحریمی کہتے ہیں لہذا معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے نزدیک اوجھڑی کھانا صرف ناپسند خلاف اولیٰ ہے ورنہ مکروہ فرمانے کی بجائے ناجائز کا لفظ ارشاد فرماتے اور صرف مکروہ کہنے پر اکتفا نہ فرماتے؟

جواب: سب سے پہلے سائل کو یہ ضابطہ معلوم ہونا چاہیے کہ "کل متکلم یتکلم باصطلاحہ" (۱) یعنی ہر متکلم اپنی اصطلاح کے مطابق کلام کرتا ہے لہذا سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ بھی ایک امام فقہ ہونے کی حیثیت سے اپنی ہی اصطلاح میں کلام فرمارہے ہیں اور اصطلاح یہ ہے کہ جب لفظ مکروہ یا کراہت علی الاطلاق بولا جاتا ہے تو اس سے تحریم ہی مراد ہوتی ہے تاوقتیکہ اس کے خلاف تنزیہہ ہونے کی صراحت یا دلالت نہ ہو چنانچہ ردالمحتار (شامی) میں بحر الرائق کے حوالہ سے تحریر ہے "اعلم ان المکروہ اذا اطلق فی کلامھم فالمراد منہ التحریم الا ان ینص علیٰ کراھۃ التنزیہ فقد قال المصنف فی المصفی لفظ الکراھۃ عند الاطلاق یراد بہ التحریم قال ابو یوسف قلت لابی حنیفۃ اذا قلت فی شئی اکرھہ فما رائیك فیہ؟ قال التحریم" (شامی ص ۱۵۰ ج ۳) یعنی جب مکروہ تنہا بولا جائے اس کے ساتھ تنزیہ یا تحریم کوئی بھی قید نہ ہو تو اس سے تحریم مراد ہوگی مگر جب تنزیہ ہونے کی صراحت کردی جائے (یا خارج سے اس پر کوئی دلالت ہو) تو تنزیہہ مراد ہوگی اس لئے مصنف علیہ الرحمہ نے اپنی

---

(۱) غایۃ التحقیق شرح کافیہ ص ۵-۱۲

کتاب مصفیٰ میں فرمایا ہے کہ عندالاطلاق لفظ کراہۃ سے تحریم مراد ہوگی۔ سیدنا امام ابو یوسف نے فرمایا کہ میں نے امام اعظم ابو حنیفہ سے دریافت کیا کہ جس چیز کے متعلق آپ اکرہ (۱) فرماتے ہیں اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔

امام نے فرمایا تحریم! انتہیٰ خود سیدنا اعلیٰ حضرت نے اپنے فتویٰ میں جابجا یہ فرمایا ہے کہ کراہت میں اصل تحریم ہے یہی ہمارا مذہب ہے (۲) چنانچہ (فتاویٰ رضویہ ص ۱۷۸ ج نمبر ۱) میں دوران بحث بڑی تفصیل کے ساتھ ارشاد ہے" اقول اس میں کلام نہیں کہ فقہا بارہا کراہت مطلق بو لتے ہیں اور اس سے مکروہ تنزیہی یا مکروہ تنزیہی و تحریمی دونوں کو عام مراد لیتے ہیں مگر یہ وہاں ہے کہ ارادہ کراہت تحریم سے کوئی صارف موجود ہو مثلا دلیل سے ثابت ہو یا خارج سے معلوم ہو کہ جسے یہاں مطلق مکروہ کہا تحریمی نہیں یا جو افعال یہاں گنے گئے ان میں مکروہ تنزیہی بھی ہے کما یفعلونه فی مکروهات الصلوة، بے قیام دلیل ہمارے مذہب (۳) میں اصل وہی تحریم ہے "کما عن نص المحقق علی الاطلاق و کتب المذهب طافحة بذلك" تو کراہت تنزیہہ کی طرف پھیرنا ہی محتاج دلیل" انتہیٰ بقدر الحاجۃ........

الحمدللہ سیدنا اعلیٰ حضرت نے کیسی صاف اور واضح عبارت میں حنفی ضابطہ کی تشریح فرمادی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تنزیہہ مراد لینے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے"۔

تو میں پوچھتا ہوں کہ سائل کے پاس ایسی کون سی دلیل ہے جس کی بنا پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے لفظ مکروہ فرمانے سے تنزیہہ مراد ہو سکے؟ دلیل تو دلیل بلکہ ادنیٰ سا کوئی قرینہ (۴) بھی نہیں تو پھر تنزیہہ کا خیال مکمل اختلال کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے، والمولیٰ ھو الھادی۔ نیز الملفوظ کے جامع اور

---

(۱) میں اسے مکروہ سمجھتا ہوں۔

(۲) مذہب شافعی میں مطلق کراہت تنزیہی مراد لیتے ہیں (خلاصہ فتاویٰ افریقہ ص ۱۶۱)

(۳) مذہب حنفی کی کتابیں اس مسئلہ سے بھری پڑی ہیں ۱۲ جو تحریم کے بجائے تنزیہہ ہونے کو متعین کرنے۔

مرتب جب خود شاہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدار اہلسنت حضور مفتیٔ اعظم ہند پاک قدس سرہ ہیں اور بمقولہ الولد سر ابیہ (۱)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ارشاد کا مطلب ان سے زیادہ دوسرا کون سمجھ سکتا ہے تو واقعی اگر اعلیٰ حضرت کی مراد مکروہ تنزیہی رہی ہوتی تو ان کی مراد کے خلاف حضور مفتی اعظم قدس سرہ اوجھڑی کے عدم جواز کے کیوں قائل ہوتے اور عدم جواز کے فتویٰ پر اپنی تصدیق کیوں ثبت فرماتے جیسا کہ آج سے کئی سال پہلے اوجھڑی کے ناجائز ہونے کا فتویٰ رسالہ اعلیٰ حضرت میں شائع ہو چکا ہے کیا یہ بات سماعت پذیر ہے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت اوجھڑی کو مکروہ تنزیہی سمجھیں اور حضور مفتی اعظم قدس سرہ ان کے خلاف اسے ناجائز فرمائیں؟ حاشا وکلا ہر گز نہیں تو ہمارے پیش کردہ دلائل وشواہد نیز سیدنا اعلیٰ حضرت کے بیان کردہ ضابطہ کے مطابق یہ بات بالیقین صاف اور واضح ہوگئی کہ الملفوظ میں مکروہ سے مراد تحریمی ہے۔ رہی محاورہ کی بات تو سائل کا محض اپنا وہم سوء فہم ہے ورنہ بارہا کہتے اور بولتے ہیں کہ زوال کے وقت نماز مکروہ ہے" تو کیا اس سے تنزیہی مراد ہے ہر گز نہیں بلکہ تحریمی مراد ہے چنانچہ تھوڑے پڑھے لکھے لوگ بھی جانتے ہیں کہ زوال کے وقت نماز پڑھنا جائز نہیں" یہ اور بات ہے کہ حسب موقعہ اور قرینہ صارفہ لفظ مکروہ سے تنزیہی بھی مراد ہوا کرتا ہے جیسا کہ ابھی گزشتہ سطور میں مرقوم ہوا،،،،،،، لیکن اصولاً اہل شرع کا کلام شرعی قواعد پر محمول ہوگا نہ کہ زید وبکر کے وہم وخیال پر مبنی ہوگا۔ اگر فی الواقع اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے نزدیک اوجھڑی کھانا مکروہ تنزیہی ہوتا اپنی عادت کریمہ کے مطابق سائل کے جواب میں بجائے مکروہ فرمانے کے نہیں چاہیے کا لفظ ارشاد فرماتے کیوں کہ مکروہ تنزیہی کا حاصل خلاف اولیٰ ہے اور خلاف اولیٰ (۲) کا ترجمہ نہ چاہیے بالکل درست ہے لہذا سائل کا سوال محض اپنے وہم اور قصور فہم پر مبنی تھا اور حقیقت امر اس کے خلاف ہے۔

---

(۱) بیٹا اپنے باپ کا راز دار ہوتا ہے۔

(۲) رد المحتار جلد اول۔ فتاویٰ رضویہ جلد اول

انتباہ

الملفوظ حصہ چہارم ص ۲۵ میں اوجھڑی کا سوال ہوا ہے اس کے دوسرے صفحہ ۲۶ میں عرض کے تحت پھریوں ہے۔ حضور یہ مانا ہواہیکہ نجاست اپنے محل میں پاک ہے اور اوجھڑی میں جو فضلہ ہے وہ بھی نجس نہیں تو کراہت کی کیا وجہ؟

ارشاد: اسی وجہ سے تو مکروہ کہا گیا اگر نجاست کو اپنے محل میں نجس مانا جاتا تو اوجھڑی مکروہ نہ ہوتی بلکہ حرام ہو جاتی''

اس کلام سے ہرگز دھوکہ نہیں کھانا چاہیے اس لیے کہ اصول مقررہ کے تحت یہاں بھی مکروہ تحریمی اور حرام سے حرام قطعی مراد ہے یعنی اوجھڑی مکروہ تحریمی ہے حرام قطعی نہیں ہے جیسا کہ کتا، بلی خنزیر، مردار وغیرہا حرام قطعی ہیں عبارت کا یہی مطلب بالکل روشن ہے کیوں کہ تنزیہی کا تقابل حرام سے نہیں ہوتا بلکہ تحریمی کا مقابلہ حرام سے کیا جاتا ہے یعنی حرام قطعی سے ورنہ تحریمی کو حرام ظنی کہنا فقہ کا محاورہ ہے جیسا کہ گزشتہ اوراق میں شامی کے حوالہ سے عرض کر چکا ہوں۔

اب سائل کے مزید اطمینان کے لیے

الملفوظ حصہ سوم صفحہ اول عرض وارشاد پیش کر رہا ہوں تا کہ سائل کو کوئی خدشہ باقی نہ رہ جائے،

عرض: تانبے یا لوہے کی انگوٹھی کا کیا حکم ہے؟

ارشاد: مرد عورت دونوں کے لیے مکروہ ہے۔''

اس عرض وارشاد کا انداز بالکل اسی اوجھڑی والی عبارت کی طرح ہے کہ جسیں عرض کرنے والے سائل نے بغیر کسی قرینہ یا دریافت کے مکروہ تحریمی ہی سمجھا ہے کیوں کہ پھر دوسری عرضی یوں پیش کی ہے۔

عرض: اس کی وجہ کیا ہے کہ یہ چاندی کی انگوٹھی جائز رکھی جائے جو اس سے بیش بہا ہے اور تانبے وغیرہ کی مکروہ!

اس عبارت میں سائل جائز کے مقابل مکروہ بول رہا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ سائل لفظ مکروہ سے مکروہ تحریمی سمجھ رہا ہے کیوں کہ جائز کا تقابل تنزیہی سے نہیں ہوتا بلکہ تحریمی سے ہوتا ہے جو حرام وناجائز کا معنیٰ رکھتا ہے اس لیے کہ مکروہ تنزیہی تو مرتبہ جواز میں رہتے ہوئے صرف خلاف اولیٰ ہوتا ہے جیسا گزشتہ اوراق میں کئی جگہ تحریر ہو چکا ہے۔ اب جب کہ سائل نے اس انگوٹھی کی وجہ کراہت اور سبب گناہ دریافت کرنا چاہا تو اصل جواب دیتے ہوئے حضرت نے حدیث پاک سے سند پیش فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے۔ ایک صاحب خدمت اقدس ﷺ میں پیتل کی انگوٹھی پہنے حاضر ہوئے۔ ارشاد فرمایا مالی " أری في یدك حلیة أهل الأصنام " کیا ہوا کہ تمہارے ہاتھ میں بتوں کا زیور دیکھتا ہوں ان صاحب نے اسے اتار پھینکا اور دوسرے روز لوہے کی انگوٹھی پہنے حاضر ہوئے سرکار نے فرمایا "مالی أری في یدك حلیة أهل النار " کیا ہوا کہ میں تمہارے ہاتھ میں دوزخیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں ان صاحب نے اسے بھی اتار پھینکا اور عرض کیا رسول اللہ ﷺ پھر کس چیز کی انگوٹھی پہنوں! تو سرکار نے ایک مثقال (۱) سے کم چاندی کی انگوٹھی بنانے کی ہدایت فرمائی اسی وعید کے تحت فقہائے کرام نے لوہا۔ پیتل۔ تانبا۔ رانگہ۔ کی انگوٹھی مرد عورت دونوں کے لیے یکساں طور پر ناجائز فرمایا ہے جیسا کہ شامی میں جوہرہ سے نقل ہے "التختم بالحدید والصفر والنحاس والرصاص مکروہ للرجال والنساء " اسی طرح الملفوظ شریف حصہ سوم ۴، پر عرض وارشاد ہے۔

عرض: تانبے، پیتل کے تعویذوں کا کیا حکم ہے؟

ارشاد: مرد عورت دونوں کے لیے مکروہ ہے اور سونے چاندی مرد کو حرام عورت کو جائز

---

(۱) ایک مثقال ساڑھے ماشے کا ہوتا ہے اس سے کم کا مطلب ہیکہ تول میں ساڑھے چار ماشے پورے نہ اتریں لہذا احتیاط یہ ہے کہ سوا چار ماشے کی انگوٹھی بنوائی جائے انتباہ ایک مثقال سے کم صرف چاندی کی ایک انگوٹھی کا استعمال میں لانا یہ مردوں کے لیے ہے عورتیں سونے چاندی کی انگوٹھی جتنی چاہیں اور جتنے وزن کی چاہیں پہن سکتی ہیں ان کے لیے کوئی تقیید وتحدید نہیں ہے ان مسائل کی تفصیل دیکھنا ہو تو فتاوی رضویہ ۲/ہم کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ ۱۲۔ منہ

اس عبارت میں سائل جائز کے مقابل مکروہ بول رہا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ سائل لفظ مکروہ سے مکروہ تحریمی سمجھ رہا ہے کیوں کہ جائز کا تقابل تنزیہی سے نہیں ہوتا بلکہ تحریمی سے ہوتا ہے جو حرام و ناجائز کا معنیٰ رکھتا ہے اس لیے کہ مکروہ تنزیہی تو مرتبہ جواز میں رہتے ہوئے صرف خلاف اولیٰ ہوتا ہے جیسا گزشتہ اوراق میں کئی جگہ تحریر ہو چکا ہے۔ اب جب کہ سائل نے اس انگوٹھی کی وجہ کراہت اور سبب گناہ دریافت کرنا چاہا تو اصل جواب دیتے ہوئے حضرت نے حدیث پاک سے سند پیش فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے۔ ایک صاحب خدمت اقدس ﷺ میں پیتل کی انگوٹھی پہنے حاضر ہوئے۔ ارشاد فرمایا مالی "أری في یدك حلیة أهل الأصنام" کیا ہوا کہ تمہارے ہاتھ میں بتوں کا زیور دیکھتا ہوں ان صاحب نے اسے اتار پھینکا اور دوسرے روز لوہے کی انگوٹھی پہنے حاضر ہوئے سرکار نے فرمایا "مالی أری في یدك حلیة أهل النار" کیا ہوا کہ میں تمہارے ہاتھ میں دوزخیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں ان صاحب نے اسے بھی اتار پھینکا اور عرض کیا رسول اللہ ﷺ پھر کس چیز کی انگوٹھی پہنوں! تو سرکار نے ایک مثقال (۱) سے کم چاندی کی انگوٹھی بنانے کی ہدایت فرمائی اسی وعید کے تحت فقہائے کرام نے لوہا۔ پیتل۔ تانبا۔ رانگہ۔ کی انگوٹھی مرد عورت دونوں کے لیے یکساں طور پر ناجائز فرمایا ہے جیسا کہ شامی میں جوہرہ سے نقل ہے "التختم بالحدید والصفر والنحاس والرصاص مکروہ للرجال والنساء" اسی طرح الملفوظ شریف حصہ سوم ۴، پر عرض وارشاد ہے۔

عرض: تانبے، پیتل کے تعویذوں کا کیا حکم ہے؟

ارشاد: مرد عورت دونوں کے لیے مکروہ ہے اور سونے چاندی مرد کو حرام عورت کو جائز

---

(۱) ایک مثقال ساڑھے ماشے کا ہوتا ہے اس سے کم کا مطلب ہیکہ تول میں ساڑھے چار ماشے پورے نہ اتریں لہٰذا احتیاط یہ ہے کہ سوا چار ماشے کی انگوٹھی بنوائی جائے انتباہ ایک مثقال سے کم صرف چاندی کی ایک انگوٹھی کا استعمال میں لانا یہ مردوں کے لیے ہے عورتیں سونے چاندی کی انگوٹھی جتنی چاہیں اور جتنے وزن کی چاہیں پہن سکتی ہیں ان کے لیے کوئی تقیید وتحدید نہیں ہے ان مسائل کی تفصیل دیکھنا ہو تو فتاوی رضویہ دہم کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ ۱۲۔ منہ

اس کی قسم جاہلانہ بات کسی طرح قابل سماعت نہیں ہے مگر چونکہ اس رسالہ کی تصنیف سے خاص مقصد یہ ہے کہ مسئلہ زیر بحث میں جتنے گمراہ کن گوشے اور شوشے ہیں انہیں کھود کر پھینک دیا جائے کہ مسئلہ حق اس طرح واضح اور روشن ہو جائے کہ اندھوں کو صاف دکھائی دے اس لئے بے بنیاد سوالوں کی طرف بھی توجہ کرنا ضروری ہو گیا ورنہ قلم کے لئے یہ بار گراں ہے، وهو حسبي ونعم الوكيل۔

در حقیقت اوجھڑی فروخت کرنے کی روایت بیان کرنے میں دھوکہ اور فریب سے کام لیا گیا جس کی تفصیل بھی آئے گی۔ انشاء الولی الجلیل،

سب سے پہلے اس مغالطہ کو دور کر دینا ضروری ہے کہ جس کے سہارے پر سوال کا مدار ہے لہذا دوبارہ (۱) بغور سنئے خبیث وطیب قرار دینے کے لیے جن عرب کی طبیعت کا اعتبار کیا گیا ہے وہ عربی النسل شہری اہل حجاز ہیں جیسا کہ شروع جواب میں بحوالہ شامی معراج الدرایہ کی عبارت بڑی وضاحت سے پیش کی جا چکی ہے۔ جس کا خاص جزیہ ہے۔ هم اهل الحجاز من اهل الا مصار (وہ شہری اہل حجاز ہیں) دیہاتی عرب کا تو اعتبار ہی نہیں لانهم یاکلون مایجدلون اس لیے کہ دیہاتی عرب بھوک کی باعث جو پاتے ہیں کھا لیتے ہیں، تو وہ لوگ جو دیہاتی عرب بھی نہیں بلکہ ہندی یا سندی ہیں تو کیا ان کا صرف ملک عرب میں داخل ہو جانا اور مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں چلا جانا انہیں حجازی شہری بنا دیگا اور ان کا کھانا پینا خبیث وطیب ہونے کا معیار بن جائے گا؟۔ لاحول ولاقوة الا بالله العلی العظیم یہ کیا جاہلانہ خیال اور سفیہانہ اختلال ہے اس طرح تو سارے جہاں کے حاجی عربی حجازی ہو جائیں گے العياذ بالله ونستغفر الله من هذا، اب اصل واقعہ سنیے اور سر دھنیے، اس نادر واقعہ کے متعلق میں نے اسی سال حج میں ایک سنی صحیح العقیدہ ثقہ اور معتبر حاجی صاحب (۲) سے دریافت کیا تو انہوں نے اپنے حافظہ (۳) پر زور دیکر بتایا کہ ہاں

---

(۱) یہ مضمون شروع جواب میں آچکا ہے اس لیے اب دوبارہ ہوا۔۱۲

(۲) ترتیب رسالہ کے وقت یہ حاجی صاحب بقید حیات تھے اور افسوس کہ اب مرحوم غریق رحمت ہو گئے ۱۲۔

(۳) اس لیے کہ یہ واقعہ عام نہیں تھا بلکہ ڈھکے چھپے کوئی ایسی حرکت کر جاتا ہے، جس کو یاد رکھنے کے لئے حافظہ توجہ نہیں رکھتا۔

اب بعض ہندوستانی جو وہاں جا کر اطراف مکہ میں رہن سہن اختیار کر گئے ہیں وہ حج کے موقعہ پر اپنے آبائی وطن ہندوستان سے قریب تر ہو جاتے ہیں اور حاجیوں کے ٹھہرنے تک ان کے ساتھ رہتے ہیں اور جب کچھ حجاز مل جل کر اپنے کھانے پینے کے لیے ذبیحہ کرتے ہیں ان میں بعضے وہ جو بوچڑ کا کام انجام دیتے ہیں وہی چھپے طور پر اوجھڑی آنتوں کو دھو دھا کر بعض خسیس اور نیچ طبیعت ہندوستانی حاجی کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں وہی حاجی صاحب مرحوم بیان کرنے لگے کہ ایک ہماری پڑوسن اوجھڑی لا کر پکانے لگی تو بدبو سے ہماری منزل والے تمام حاجی چیخ پڑے شور و غوغا دھر پکڑنے پر معلوم ہوا کہ فلاں ججن ہندوستانی قیمت کے آٹھ آنہ (پچاس پیسے) پر وہ اوجھڑی خرید کر لائی تھی سب نے لعنت ملامت کی انتہیٰ تو اب بات صاف ہوگئی کہ یہ اوجھڑی خور ججن ہندوستان ہی کی عزت و آبرو تھیں مزید حاجی صاحب مرحوم نے بتایا کہ موجودہ ہندوستانی اور پاکستانی کے علاوہ دوسرے ملک کا کوئی شخص بھی اس گندی خورش کا تصور نہیں کرتا اور بعض بعض پاکستانی بھی اسی قدیم مشرقی ہند ہی کے باشندوں میں سے ہیں جیسے اپنے وطن میں حرام خوری کے مرتکب ہوتے ہیں ویسے ہی مقدس سرزمین میں بھی حرام کھا کر ریڈیو گھڑی فارانی کپڑے خریدنے کے لیے پیسے بچاتے ہیں تو اگر کوئی بدنصیب کعبہ کے اندر گناہ کرے تو گناہ میں اور شدت ہوگی یا یہ جواز کی صورت ہوگی؟ العیاذ باللہ العظیم اب خاص توجہ سے سنئے اہل عرب جب افلاس و تنگدستی کے شکار تھے کہ ان کے فاقہ کشیوں کی المناک داستان انسانی قلوب کو لرزا دیتی ہے تو ایسے صبر آزما وقتوں میں بھی کسی کے دل میں اوجھڑی آنتیں کھانیکا کا وہم خیال تک نہ آیا ہفتوں کا خشک کردہ گوشت تو کھایا لیکن تازی تازی اوجھڑی کھانے کا کسی کو تصور تک نہ ہوا جیسا کہ تاریخ عرب کا مطالعہ کرنے والوں سے پوشیدہ نہیں تو اب جبکہ غیب داں آقا ﷺ کی خبر صادق کے مطابق عرب ایک خوش حال اور غنی ملک ہو چکا ہے جہاں غیر ممالک سے ٹرکوں ٹرک مرغ اور بکرے آتے رہتے ہیں بالخصوص موسم حج ایام قربانی میں ہزار ہا ہزار قربانیاں ہوتی ہیں جو کھال پوست دور کیے بغیر پہاڑی دروں اور غاروں میں غائب کردی جاتی ہیں وہاں کون ایسا

سر پھرا ہوگا جو گوشت کے بجائے اوجھڑی بیچتا پھرے بھلا کون ایسا فاقہ کش ہوگا جو اسے کھائے سوائے کسی ذلیل ہندوستانی کے نہ کوئی دوسرا بیچنے والا ہے نہ ہی کوئی دوسرا کھانے والا ہے یہ تو کہیے خدا کا شکر ہے کہ ابھی اوجھڑی فروخت ہونے کی روایت ملی ہے ورنہ کہیں خدانخواستہ عربی ہوٹلوں میں پکی پکائی تازی تازی اوجھڑی پلیٹوں کی زینت بننے کی روایت گڑھ لی گئی ہوتی تو ہندوستانی اوجھڑی خوروں کے لئے صحیفہ آسمانی ہو جاتا جب کہ خدا کے فضل سے ہندوستان کے چھوٹے ہوٹل کیا بھٹیار خانوں میں بھی سرے پائے بٹ کلیجی گوشت کے سوا اوجھڑی پچونی کا کسی نے تصور بھی نہیں کیا ہے ورنہ اوجھڑی خور تو ان ہوٹلوں کو دار القضا کا فیصلہ بنا لیتے! بہر حال اوجھڑی خور حاجی ہوں یا پاجی آپا ہوں یا باجی ان کی روایت جہالت اور بکواس کے سوا کچھ نہیں، واللہ سبحانہ ہو الہادی۔

سوال: اوجھڑی مثانہ آنتیں اگر اختلاط نجاست کی وجہ سے خبیث ہیں اور اسی بنا پر اس کا کھانا ناجائز ہے تو گردہ کا اختلاط بھی پیشاب جیسی نجس چیز سے ہے لہذا اسے بھی خبیث کہنا چاہیے اور اس کا کھانا ناجائز ہونا چاہیے حالانکہ گردہ کھانا بلا کراہت جائز ہے۔

جواب: اس سوال میں وہ قابلیت کارفرما ہے جس کے لیے بیساختہ یہی کہنا پڑتا ہے کہاں کا پتھر کہاں کا روڑا، بھان متی نے رشتہ جوڑا، اوجھڑی مثانہ کی خباثت کو گردہ سے کیا تعلق کہ جس کے لیے اختلاط نجاست کا بے محل لفظ استعمال کر کے مغالطہ دینے کی ناکام کوشش کی گئی کیا آپ کو معلوم نہیں کہ مثانہ پیشاب کی تھیلی اور اسکا حوض ہے اور گردہ صرف مولد بول ہے (یعنی پیشاب پیدا ہونے کی جگہ) جس کی مختصر تشریح یہ ہے کہ ہضم جگر میں تولید اخلاط (۱) کے بعد رقیق اور پتلے دہنی فضلات (چکنے چرب آمیز) باقی رہ جاتے ہیں وہ گردے میں (۲) جا کر مزید طبخ حاصل کرتے ہیں اور گردے کی مخصوص حرارت کی ذریعہ پکتے ہیں. جس کے نتیجہ میں اجزائے شحمیہ

---

(۱) یعنی صفرا (۲) سودا (۳) خون (۴) بلغم ان چاروں خلطوں کی پیدائش جگر میں ہوتی ہے۔۱۲ عفی عنہ

(۲) گردے دو ہوتے ہیں ایک دائیں آخری پسلی کے پیچھے دوسرا بائیں آخری پسلی کے پیچھے اس لئے بصیغہ جمع استعمال کیا گیا اور جس جگہ واحد سے ہی مقصود پورا ہو جاتا ہے وہاں یہ لفظ بصیغہ واحد استعمال ہوتا ہے

(چربیلے اجزا) ہو کر جز و گردہ بن جاتے ہیں جس سے بدن کے مختلف منافع متعلق ہیں باقی حصہ پیشاب بن کر حالب نام کی باریک نالی کے ذریعہ مثانہ میں گرتا رہتا ہے غرض گردے میں پیشاب ٹھہرتا نہیں وہاں قرار رکھتا ہے بلکہ سب کا سب مثانہ میں جمع ہوتا رہتا ہے جسے قوت ماسکہ روکے رکھتی ہے پھر حسب ضرورت قوت دافعہ پیشاب خارج کرنے پر مجبور کرتی ہے اس طرح ہر انسان وحیوان پیشاب کر کے سکون حاصل کرتا ہے حاجت سے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں جسے مزید تفصیل درکار ہو اسے کلیات طب میں تشریح الاعضاء کا مطالعہ کرنا چاہیے جس کیلئے مفرح القلوب شرح قانونچہ کا مطالعہ کافی ہوسکتا ہے ورنہ کسی طبیب یا ڈاکٹر سے استفادہ کرے الحاصل گردہ مولد بول ہے مجمع بول نہیں تو صرف اس تولیدی تعلق کی بنا پر اسے اختلاط نجاست سے تعبیر کرنا اور اسے خبیث قرار دینا تحقیق سے بعید تر ہے کہ پھر ایسی صورت میں تو کوئی بھی طیب وطاہر چیز نجاست سے چھو جائے یا بالفرض نجس ہی ہو جائے تو پاک کرنے کے باوجود ناقابل استعمال رہے گی کیوں کہ بخیال سائل وہ چیز خبیث ہوگئی حالانکہ یہ درایت وروایت دونوں کے خلاف ہے۔ ہاں یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ خبیث ہونے کے لئے محض اخلاط نجاست یا مساس نجاست کو دخل نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ طبائع سلیمہ کو بھی خاص دخل ہے یعنی اگر اخلاط نجاست یا مساس نجاست کی یہ کیفیت ہو کہ طبائع سلیمہ اس سے گھن کریں جسکو عربی زبان استقدار کہتے ہیں تو وہ شئی خبیث کہلائیگی اور اگر ایسا نہیں تو اسے خبیث نہیں کہا جائیگا۔ جیسا کہ جگر مولد خون ہے اور دل مخزن خون ہے اور دل کا خون تو بالخصوص (۱) ناپاک ہے اس کے باوجود دونوں (دل جگر) حلال وطیب ہیں۔ اور ذکر کہ محض مجری بول ومنی ہے اور خصیہ نضج منی کی جگہ ہے یہ سب خبیث ہیں اور بحکم حدیث وفقہ ان کا کھانا ناجائز ہے حالانکہ مثانہ کی طرح ان میں پیشاب ومنی کا استقرار نہیں ہے اسی لیے راقم الحروف نے گزشتہ اوراق

---

(۱) اس لئے کہ ذبح شرعی ہو جانے اور رگوں کا خون نکل جانے کے بعد جو خون کہ دل میں رہ جاتا ہے وہ نجس ہے۔ فتاویٰ افریقہ بحوالہ خزانۃ الفتاویٰ وغیرہا۔ ۱۲

میں اوجھڑی کی خباثت کو ایک بڑی مستند روایت (۱) سے واضح کردیا ہے تاکہ درایت وروایت سے خوب مضبوطی اور استحکام حاصل ہو جائے۔اب بصیرت افزا اور ایمان افروز بات یہ ہے کہ گردہ اور مثانہ میں گو بڑا فرق ہے جیسا کہ مفصل بیان گزرا لیکن چونکہ گردہ پیشاب سے مس ہوتا رہتا ہے اس لئے محبوب رب انفس عرب طیب ومطیب صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال نظافت اور اعلیٰ نفاست کو وہ پسند نہ ہوا بایں سبب اسے نوش فرمانے سے احتراز فرمایا لیکن امت کو منع نہ فرمایا لہذا امت کے لئے خالص مباح ٹھہرا اب اگر کوئی عاشق رسول اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال اطاعت میں گردہ نہ کھائے تو اس کی عین سعادت ہے جیسے کوئی شخص کچا لہسن یا کچی پیاز کھانے سے پرہیز رکھے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کی ناگوار مہک باعث اسے استعمال نہ فرماتے تھے کہ اس کی بو سے خود سرکار کو اذیت ہو جاتی اور ساتھ ہی سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے فرشتوں کو دکھ ہوجاتا اس لئے کہ فرشتوں کو ہر ناگوار مہک سے اذیت ہوتی ہے ویسے پیاز لہسن خواہ خام ہو یا بریاں سبھی طرح جائز ہے ہاں کچا لہسن کچی پیاز کھا کر نماز پڑھنا یا مسجد میں جانا جائز نہیں تاوقتیکہ اس کی بو زائل نہ ہو جا ئے (۲) (حدیث دفقہ)

انتباہ: ضمنی طور پر مضمون معرض تحریر میں اس لئے لایا گیا کہ اوجھڑی خور حضرات سبق حاصل کریں اور اوجھڑی آنتوں کے جواز کا خیال محض خبط واختلال سمجھیں۔

فائدہ جلیلہ: جو شخص لہسن پیاز، مولی، گندنا کھانے سے پہلے مذکور الذیل درود شریف۔ جو دلائل الخیرات شریف میں مرقوم ہے صرف تین بار پڑھ لے انشاءاللہ المولیٰ الکریم وہ اشیاء مذکورہ

---

(۱) یعنی بخاری شریف جلد اول کی وہ حدیث جو عبداللہ مسعود سے مروی ہے جس میں روسائے قریش کی بدترین حرکت کا ذکر ہوا ہے۔۱۲منہ عفی عنہ

(۲) لیکن خام کا استعمال مکروہ تنزیہی خلاف اولیٰ ہے جس کی وجہ وہی ناپسند بو ہے (فتاویٰ رضویہ شریف جلد دہم نصف اول نصف دوم) لہذا مندرجہ بالا درود شریف پڑھ کر استعمال کرے تو یہ ادنیٰ کراہت بھی نہ رہ جائے گی ۔۱۲۔

کی بو سے محفوظ رہے گا (حاشیہ دلائل الخیرات) چنانچہ مجھ فقیر قادری کو اس کا تجربہ ہے اس درود پاک کو درود طہوری یا صلاۃ طہارت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے وہ یہ ہے اللھم صل سیدنا محمد ن النبی الامی الطاھر المطھر وعلی الہ وصحبہ وسلم۔

ہدایت: طالب کو چاہیے بہ نیت ثواب وخوشنودی سرکار اعظم ﷺ یہ درود شریف کم از کم گیارہ بار روزانہ اپنے ورد میں رکھے پھر وقت حاجت اس سے مستفید ہوا کرے۔

نوٹ: المطہر ھاء کے زبر بصیغۂ اسم مفعول اور ھاء کے زیر اسم فاعل دونوں طرح قرأت منقول ہے لیکن دلائل الخیرات شریف کے اکثر نسخوں میں ھاء کے زبر بصیغۂ اسم مفعول مرسوم ہے۔

سوال: مشکوٰۃ شریف باب مایوجب الوضوء میں حضرت ابو رافع سے ایک حدیث مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "عن ابی رافع قال اشھد لقد کنت اشوی لرسول الله ﷺ بطن الشاۃ ثم ولم یتوضأ" اشعۃ اللمعات میں حضرت شیخ محقق اس کی شرح یوں فرماتے ہیں یعنی آں چہ در شکم باشد از دل وجگر وجز وآں، تو جز وآں کے عموم میں کرش ومعا میں بھی داخل ہو سکتے ہیں کہ اس لفظ میں بڑی وسعت ہے؟

جواب: درحقیقت یہ سوال محض قصور فہم پر مبنی ہے کیوں کہ یہ بات بالکل صاف اور واضح ہے کہ جز وآں کا عموم دل جگر کے ہم جنس اعضاء مثلاً طحال (تلی) اور پھیپھڑے (۱) کو تو شامل ہو سکتا ہے لیکن وہ اعضاء جن کا ممنوع الاستعمال ہونا خود حدیث شریف میں مصرح ہے مثلاً مرارۃ، مثانہ وغیرہا انکو کیوں کر شامل ہو سکتا ہے اور یہ اعضاء ممنوعہ اس کے عموم میں کیسے داخل ہو سکتے ہیں نیز جب کہ سرکار اقدس ﷺ کے لیے گردہ کا استعمال ثابت نہیں بلکہ نظافت کے باعث اس کا استعمال نہ کرنا ہی ثابت ہے جیسا کہ ماسبق میں اس کی مکمل وضاحت ہو چکی ہے حالانکہ ہر فرد امت کے لیے اس کا استعمال بلا شبہ جائز ہے تو جز وآں کے عموم میں جب گردہ جیسی حلال چیز داخل نہیں ہو سکتی تو بھلا کرش ومعا

---

(۱) پھیپھڑے دو ہوتے ہیں اس لیے یہاں بصیغۂ جمع لکھا گیا۔

کب داخل ہو سکتے ہیں کہ جن کی خباثت پر روشن دلائل گزر چکے۔ مصرع۔ بریں فہم ودانش بباید گریست مزید واضح تربات یہ ہے کہ سائل نے اگر لفظ اشوی پر ذرا بھی دھیان دیا ہوتا ایسا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیوں کہ ہمارے یہاں جیسے دل، گردہ کلیجی، پھیپھڑا آگ سے بھون کر کھاتے ہیں اور ایک جدا گانہ ذائقہ پاتے ہیں بس یوں ہی حضرت ابورافع (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بوجہ قلت وقت دل جگر پھیپھڑا اعضائے شریفہ سرکار کو بھون بھون کر پیش کرتے رہے اور بقدر خواہش سرکار تناول فرماتے رہے اور اوجھڑی کو یونہی بھون کر کھانے کا دستور ہی نہیں ہے کیوں کہ اس کی دھلائی اور صفائی میں ایک طویل وقت خرچ کرنے کے بعد اسے پانی کی مدد سے تادیر پکایا جاتا ہے تو لفظ اشوی واضح قرینہ ہے کہ دل کلیجی، پھیپھڑے جیسے اعضائے شریفہ بھون کر پیش کیئے گئے اور سرکار نے نوش فرمانے کے بعد تجدید وضو نہیں فرمایا بلکہ اسی سابق وضو سے نماز ادا فرمائی۔ مقصد یہ ہے کہ ماسته النار سے تجدید وضو کی ضرورت نہیں جو ہماری بحث سے خارج ہے۔

سوال: کرش ومعا کے عدم جواز پر صریح جزئیہ پیش نہ کرتے ہوئے آپ نے صرف قیاس فقہی سے کام لیا ہے جس کے متعلق حضرت علامہ خاتم المحققین سیدنا ابن عابدین علیہ الرحمہ اپنی مشہور آفاق کتاب ردالمحتار (شامی) جلد اول میں رقم طراز ہیں القياس بعد عصر المائة الاربع منقطع یعنی چار سو صدی کے بعد قیاس فقہی منقطع اور اس کا دروازہ بند ہو چکا ہے لہذا اب قیاس فقہی کے ذریعہ حکم شرعی استنباط کرنا کسی عالم کے لیے درست نہیں چوتھی صدی سے اب پندرھویں صدی چل رہی ہے، بہت دوری ہو چکی ہے فما ذا جوابکم؟

جواب: اس بابت گزشتہ اوراق میں کافی وضاحت کر دی گئی ہے پھر بھی وہی طوطے کی رٹ سنئے! قیاس شرعی واقعی مجتہد کا حصہ ہے جس کا استعمال چار سو صدی تک تھا اس کے بعد اجتہاد کے شرائط پر کوئی اترا ہی نہیں اس لئے مجتہد کے منصب پر فائز نہیں ہو سکا۔ لیکن اس کا معنیٰ یہ نہیں کہ مسائل شرعیہ کا دروازہ ہی بند ہو گیا اگر ایسا ہوتا تو اب تک نہ جانے کتنے مسائل حادث ہوئے اور نہ جانے کتنے حادث ہونگے اور سائل کے خیال کے مطابق وہ سب یونہی معلق اور معطل رہے اور رہیں

گے اور پھر اس کا یہ مطلب ہو جائیگا کہ چار سو صدی کے بعد مسلمانوں کو مسائل حادثہ میں احکام شرع کی پابندی سے آزادی حاصل ہوگئی (العیاذ باللہ خدا کی پناہ) مگر بعونہ تعالیٰ نہ ایسا ہوا ہے نہ ہوگا بلکہ سرکار مدینۃ العلم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں علمائے حق اپنی خداداد علمی لیاقت اور فقہی بصیرت کی بدولت ہر حادث مسئلہ کا حل تلاش کر کے کامیاب رہے اور رہیں گے انشاء اللہ المولی العلیم القدیر۔ اب غور سے سنئے! قیاس شرعی فقہی کا مقام بہت بلند اور اونچا ہے در حقیقت مجتہدین حضرات علت منصوصہ کے علاوہ علت مستنبطہ کے ذریعہ اصل سے فرع تک حکم متعدی کرتے رہے جہاں علت مصرح اور منصوص نہیں ہے وہاں خود علت مستنبطہ کا استنباط کرتے ہیں مثلا حدیث ربا "الحنطة بالحنطة ۔ الی ۔ والفضل ربوا" میں علت مستنبطہ کے ذریعہ فروع تک احکام متعدی ہوئے اور سود کے ہزاروں مسائل استخراج میں آئے یہی استنباط علت وہ باریک اور دقیق مقام ہے کہ جسے خلاق علیم جل مجدہ نے مجتہدین کے حصہ میں رکھا دوسروں کے بس کی بات نہیں لیکن کسی علت منصوصہ کو اس کے معلولات پر کر کے حکم ظاہر کرنا یا دلالت النص کے ذریعہ احکام پر مطلع ہونا یا مطلع کرنا مجتہد کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر فقہی بصیرت کما ینبغی علم رکھنے والا اس خدمت کو انجام دے سکتا ہے جو بہ لحاظ قیاس فقہی زیادہ قطعی اور یقینی ہوتا ہے (حسامی مع شرح ونور الانوار وغیرہا) جیسا کہ مسئلہ زیر بحث میں حرمت کی علت خود آیت کریمہ ویحرم علیهم الخبائث میں مصرح اور منصوص ہے وہ خبائث ہے لہذا ہر خبیث شئی ناجائز ہے بایں قاعدہ جہاں ایسا موقعہ ہوگا یہ علت منصوصہ (خبائث) جاری کی جائے گی یا اس کلام بالغ النظام (ویحرم علیهم الخبائث) کو دلالت النص سمجھئے جب بھی وہی بات ہوگی مختصر یہ کہ مسئلہ زیر بحث میں علت منصوصہ کا اجرا سمجھئے یا دلالت النص سے حکم شرعی کا اثبات بس اسی مستحکم قانون کی روشنی میں علمائے حق بڑے بڑے حادث مسئلوں کو حل کرتے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کرتے ہیں گے قانون بالا کی روشنی میں اس طرح مسائل حل کرنے کو استخراج کہہ سکتے ہیں اسے استنباط نہیں کہیں گے جیسا کہ سائل نے کہا۔ رہی یہ بات کہ دلالت النص کے ذریعہ کسی حکم شرعی کا اثبات مجتہد کے

ساتھ خاص نہیں یہ اصول فقہ کا اتنا مشہور قاعدہ ہے کہ اصول الشاشی کے طالب علم کو بھی یاد رہنا چاہیے کیوں کہ یہ جامع اور مستند کتاب تقریباً احناف کے ہر مدرسہ میں داخل درس ہے چنانچہ اصول الشاشی مع فصول الحواشی میں صرف اور واضح لفظوں میں یوں تحریر ہے (۱) "اما دلالة النص فهی ما علم ای معنی علم انه علة للحکم المنصوص علیه لااجتهاداً ولا استنباطا ای لا یحتاج فی معرفة علیته الی التامل والاستنباط وهذا احتراز عن علة القیاس فانه معنی یعرف باالاستنباط حتی لا یعرفها غیر (۲) الفقیه بخلاف الدلالة فانه یعرفهاالفقیه وغیره انتهی بقدر الحاجة " امید کہ انصاف پسند حضرات کے لیے اتنا ہی کافی ہوگا، ہاں اگر مزید اطمینان حاصل کرنا ہو تو کتب اصول کی طرف رجوع کریں والمولیٰ الهادی یوفق للسداد وعلیه الاعتماد فی المبدا والمعاد۔

سوال: ہندوستان میں اوجھڑی کا رواج کیسے ہوا؟ کیا آپ اس پہ کچھ روشنی ڈال سکتے ہیں۔

جواب: جہاں تک مجھے معلوم ہو سکا وہ یہ ہے کہ ہندوستان میں جب اور قوموں کے علاوہ کچھ جنگلی اور وحشی (۳) قوم بھی جا بجا آباد ہوئی کہ جس کا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا وہ غربت وافلاس کے باعث مردار تک کھاتی رہی جس کی بنا پر وہ دوسری معزز قوموں کی نگاہ میں ذلیل اور اچھوت قرار پائی

---

(۱) ابتدائی طلبہ کے لئے ترجمہ بھی پیش ہے۔ رہی دلالت النص تو وہ ایک معنیٰ ہے کہ جس کا حکم منصوص علیہ کی علت ہونا بغیر اجتہاد واستنباط کے معلوم ہو جاتا ہے یعنی اس کی علت کے پہچاننے میں تامل واستنباط کی حاجت نہیں ہوتی اور یہ علت قیاس سے احتراز ہے اس لئے علت قیاس وہ ایسا معنیٰ ہے جو استنباط ہی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ انتہا یہ کہ اسے غیر مجتہد نہیں پہچان سکتا ہے برخلاف دلالۃ النص کے کہ اسے مجتہد اور غیر مجتہد دونوں جان سکتے ہیں۔ انتہیٰ الکلام بقدر المرام۔

(۲) فقیہ سے مراد مجتہد ہے۔ کماهو اصطلاح اهل الاصول ۱۲ منہ عفی عنہ

(۳) جزیرہ انڈمین کے بعض جنگلات میں اب بھی ایسے درندہ خصلت مہیب وخوف ناک ہیکل کے انسان موجود ہیں جو زندہ مردہ جانوروں کو اپنی خوراک بناتے ہیں اگر سوء اتفاق سے کوئی شخص ان کے حدود تک پہنچ جائے تو اسے چیر پھاڑ کر اپنی خوراک بنالیتے ہیں ان کے اور آبادی کے درمیان پولیس کا پہرا لگا رہتا ہے ورنہ وہ جنگل کے باہر آکر نہ جانے کیا کیا کر ڈالیں۔ یہ بات میرے ایک عزیز نے بتائی جو بصیغہ ملازمت انڈمین میں رہتے ہیں اور انڈمین ہندوستان ہی کا ایک حصہ ہے۔ ۱۲

جس میں ڈوم چمار بھنگی سرفہرست ہیں ان میں اب بھی جا بجا مردار کھاتے ہیں لیکن اب بعض پوجا بھگتی کے پابند ہو گئے ہیں اور بھگت کی کنٹھی پہن کر مردار تو مردار حلال پاکیزہ تازہ گوشت انڈا مچھلی تک سے پرہیز رکھتے ہیں اس طرح اچھوت کہے جانے کی ذلت کو عزت سے بدلنے میں کوشاں ہیں تعلیم میں سہولت ہونے کے سبب ترقی پار ہے ہیں، غرض گزشتہ زمانے میں اوجھڑی پچونی مفت بلا قیمت ملا کرتی تھی تو یہ بیچارے اس کو اپنی غذا بنا لیتے تھے یہاں تک کہ مسلم قوم میں بعض نادار مفلس مسلمانوں نے دیکھا کہ اوجھڑی ایک حلال ذبیحہ کا جزو ہے تو کھانے میں کیا مضائقہ لہذا دھو دھا کر استعمال میں لانے لگے اس طرح ایک کو دیکھ کر دوسرے نے بھی کھانا شروع کر دیا پھر بعض استطاعت والے بھی ایک نیا مزہ سمجھ کر استعمال کرنے لگے جب استعمال زیادہ ہوا تو ہمارے قصائی بھائی پیسوں میں فروخت کرنے لگے اور اپنی آمدنی میں اضافہ کر لیا اور اس طرح اسکا رواج عام ہو گیا حالانکہ ہمارے اسلامی بھائیوں کا فرض تھا کہ اس موقعہ پر علمائے حق سے دریافت کرتے بغیر حکم معلوم کئے ہوئے ہرگز اوجھڑی کا استعمال نہ کرتے ارشاد ربانی ہے فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون۔ اے مسلمانو! جو بات تمہیں معلوم نہ ہو علم والوں سے دریافت کر لو مطلب یہ کہ جس چیز کے جائز اور ناجائز ہونے کا ہمیں پتہ نہ ہو تو اس کو عمل میں لانے سے پہلے عالم دین سے پوچھ لینا ضروری ہے بغیر حکم معلوم کئے ہوئے عمل میں لانا سخت جرم ہے آیت مذکورہ بالا قرآن عظیم میں کئی جگہ ارشاد ہوئی ہے جس سے مضمون بالا کی سخت تاکید ظاہر ہوتی ہے غرض علمائے حق کو قوم مسلم کا یہ عمل معلوم ہوا تو انہوں نے امتنائی حکم صادر فرمائے اوجھڑی کھانے سے باز رکھنے کی کوشش فرمائی چنانچہ آج سے تقریباً بہتر سال پہلے مفتی بحر وبر مجدد رابع عشر سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ الولی نے اوجھڑی کے مکروہ تحریمی (ناجائز) ہونے کا حکم عیاں فرما دیا تھا جس کا مفصل مدلل بیان الملفوظ کے سوال وجواب کے تحت گزر چکا ہے جسے ناظرین دوبارہ بغور پڑھ لیں تا کہ بات تازہ ہو جائے لیکن جیسے اب تک بہت سے محرمات پر پردہ پڑا رہ گیا ہے ویسے ہی اوجھڑی بھی ڈھکی چھپی ایک کونے میں دبی رہ گئی

جس کی خاص وجہ مکتبہ دیوبند کے سربراہ اعلیٰ جناب شیخ گنگوہی صاحب ہیں جو اوجھڑی کو جائز کر گئے جس سے عوام کو مدد مل گئی کہ آخر علمائے دیوبند بھی حنفی ہیں فقہی مسائل میں اہل سنت سے اتفاق رکھتے ہیں اسی کو کہتے ہیں خوئے بدرا بہانہ بسیار بری طبیعت والوں کو بہت بہانے مل جاتے ہیں لیکن ہمیں گنگوہی صاحب یا ان کے ہم نواؤں سے کیا شکوہ ہے وہاں کی بات تو یہ ہے کہ بٹیر ہاتھ نہ آئی تو زاغ[1] لیکے چلے یہی کیا نہ جانے کتنے ناجائز کو جائز اور کتنے مباح وطیب کو ناجائز ٹھہرا گئے شیخ گنگوہی صاحب نے محرم شریف کے شربت وسبیل کو ناجائز لکھ دیا اور دیوالی کی پوری کچوری کو بالکل جائز ودرست رکھا (فتاویٰ رشیدیہ) یہ وہ لوگ اس شعر کے مصداق ہیں جنوں کو کہد یا خرد۔ خرد کو جنوں جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے، فی الواقع جو لوگ درگاہ احدیت جل جلالہ اور بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ ٹھہرے ان کی زبان وقلم کی آزادی اور بے باکی کا کیا کہنا[2] كبرت كلمة تخرج من افواههم ان يقولون الا كذبا شعر:۔ خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے؛ خصوصاً دشمن دیں اشقیا سے۔

اوجھڑی کی بابت چند سوال وجواب کی شکل میں

سوال: ذبیحہ کی اوجھڑی پچونی کا کیا کیا جائے؟

جواب: چاہیں تو کسی غیر مسلم حربی (۲) کے ہاتھ فروخت کر کے پیسہ کام میں لائیں کہ عقد فاسد کے ذریعہ کافر حربی سے (۳) فائدہ اٹھانا جائز ہے حتی کہ اس ساتھ مردار کو بیچ سکتے ہیں لیکن یہ کام مسلم کے ساتھ کرنا جائز نہیں ہے (ردالمحتار) خلاصہ بہار شریعت یازدہم بحوالہ

---

(۱) یعنی کوا (لغات کشوری) زاغ معروف کے حلال ہونے بلکہ مستحب ہونے کا فتویٰ فتاویٰ رشیدیہ میں دیکھئے (۲) ان کے منہ سے بڑی کریہہ بات نکلتی ہے وہ صرف جھوٹ بک رہے ہیں۔

(۳) ہندوستان دارالاسلام ہے لیکن یہاں کے کفار نہ ذمی ہیں نہ مستامن بلکہ حربی ہیں جب کہ مسلمانوں کے حق میں ان کا رویہ خود شاہد ہے کہ معمولی سی بات میں ہم سے حرب وضرب کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں گویا اپنے مذہبی عناد کا مظاہرہ اس طرح کرنا چاہتے ہیں۔ حفظنا المولی من شرورهم ۱۲ ۔رد المحتار)

سوال: کیا قربانی کی اوجھڑی غیر مسلم کے ہاتھ فروخت کر سکتے ہیں یا اسے یونہی دے سکتے ہیں؟

جواب: فروخت کر دینے پر اس کا پیسہ کسی سنی مسکین کو صدقہ کر دینا واجب ہے اور احترام قربانی ملحوظ ہونیکے سبب اوجھڑی خود نہ دے ہاں اگر خود سے اٹھالے جائے تو حرج نہیں۔

(از افادات رضویہ)

سوال: اگر کچھ نہ کرے بلکہ اوجھڑی پچونی زمین میں دفن کر دے تو یہ مال کی اضاعت تو نہ ہوگی؟

جواب: جب اوجھڑی خبیث لعینہ ہے تو مومن کے حق میں مال کہاں ہے اگر ہے تو مال خبیث اور مال خبیث مال معصوم نہیں ہوتا لہذا اسے پھینک دینا، گندگی سے بچنے کے لئے دفن کر دینا بالکل درست ہے، مصلحت کے تحت تو سینگ ہڈی جیسی مصرف میں آنے والی چیز کو بھی دفن کر سکتے ہیں چہ جائیکہ اوجھڑی یا دوسرے خبیث اجزا!

سوال: بٹ کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: اس بابت ہمارے علما مختلف ہیں بعض کی تحقیق یہ ہے کہ اس میں بھی غلاظت (گندگی) ہوتی ہے جس کو ہمارے قریشی بھائی صاف کر کے پیٹتے ہیں جس سے وہ پھول کر موٹی ہو جاتی ہے جس کو کلیجی کے ساتھ فروخت کرتے ہیں ایسی صورت میں تو وہ اوجھ پچونی میں شمار ہو جائیگی لہذا اس کا کھانا بھی ناجائز ہوا اور بعض کے نزدیک بٹ جائز ہے لیکن اس سے بچنا اولیٰ اور بہتر ہے لہذا بعض اول کی تحقیق کے مطابق تو بچنا ہی چاہیے۔ اب ایسی صورت میں ناظرین رسالہ ہذا سے گزارش ہے کہ وہ خود قصائی بھائیوں سے تحقیق کرلیں کہ واقعی اس میں غلاظت ہوتی ہے تو وہ کرش ومعا (اوجھڑی پچونی) کے ہمراہ ناجائز ہے ورنہ نہیں۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ کرش ومعا کا عدم جواز اور اس کا حرام ظنی ہونا بکمال تحقیق ونہایت تدقیق بصیرت افروز دلائل وشواہد کے ساتھ آفتاب نیم روز کی طرح روشن وآشکار ہو چکا جس میں

بعونہ تعالیٰ شک شبہ کی گنجائش نہیں رہی اب اس کے خلاف اسے جائز قرار دینے والا ضد کی ہٹ دھرم فقہی بصیرت سے محروم ہونیکے سوا کچھ نہیں۔ حق یہ ہے کہ میں نے بعونہ تعالیٰ جواب کی تحقیق میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا ہے اور نہ ہی کسی طرح کی کوئی فروگزاشت کی ہے بلکہ مسئلہ کی تنقیح کے لئے ازخود سوالات پیدا کر کے جواب کو بتوفیقہ تعالیٰ آسمان تحقیق تک پہونچادیا جو کسی بھی انصاف پسند صاحب علم سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا الحمدللہ علی ذلک۔

اب تمام برادران ملت سے بالخصوص قریشی کہے جانے والے دینی بھائیوں سے مخلصانہ گزارش ہے کہ وہ لوگ چندروزہ زندگی کیلئے ناجائز وحرام کے کھانے کھلانے سے خود بچیں اور اپنے مسلمان بھائیوں کو بچائیں اور دنیا وآخرت کی فلاح وبرکت حاصل کریں چند پیسوں کی لالچ میں ناجائز الاستعمال چیز مسلمانوں سے فروخت کر کے اپنی نیکی اکارت نہ کریں عذاب قبر کا خوف کریں۔ حرام وناجائز غذا کا قلب پر برا اثر پڑتا ہے اسی لئے رب العالمین جل جلالہ، نے قرآن عظیم میں حلال وطیب روزی کھانے کی بڑی شدید تاکید فرمائی ہے چنانچہ اس بابت رب العزت نے بار بار متعدد جگہ حکم ارشاد فرمایا ہے جیسا کہ عامہ خلق بالخصوص بنی اسرائیل کو خطاب فرمایا گیا ا۔ کلوا من طیبات ما رزقناکم ۔ ہماری ستھری چیزیں کھاؤ ۲۔ یاایھا الناس کلوا مما فی الارض حلالاً طیبا ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین ۔انما یامرکم بالسوء والفحشاء۔ اے لوگوں کھاؤ جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو (یعنی حرام کھا کر شیطان کی پیروی نہ کرو) وہ تمہارا کھلا دشمن ہے وہ تمہیں صرف بری اور گندی چیزوں کا حکم دیگا۔ اس آیت میں مومن وکافر سب کو رزق حلال کا حکم دیا گیا ہے (تفسیرات احمدیہ) مذکورہ بالا آیت کریمہ کے دو ہی آیت کے بعد پھر بالخصوص تمام مسلمانوں کو حکم فرما گیا ۔۳۔ یا ایھا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم واشکروا اللہ ان کنتم ایاہ تعبدون ۔ اے ایمان والوں ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں کھاؤ اور اللہ کا شکر کرو۔ احسان مانو۔ وکلوا مما رزقکم اللہ حلالاً طیبا واتقوا اللہ الذی انتم بہ مومنون ٤ ۔ اللہ کی دی ہوئی حلال وپاکیزہ روزی کھاؤ اور

اللہ سے ڈرو جس پر تم سب کا ایمان ہے۔ کلوا من طیبات ما رزقناکم ۵ ہماری دی ہوئی پاکیزہ روزی کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی پوجا کرتے ہو کیوں کہ مومن مشرک کی طرح حلال وحرام کو یکساں نہیں کرسکتا۔ کلوا من طیبات ما رزقناکم ولا تطغوا فیہ ۔ ہماری دی ہوئی پاکیزہ روزی کھاؤ اور اس بابت سرکشی نہ کرو یعنی ہمارا حکم بجالانے میں نافرمانی نہ کرو۔

انتباہ: چونکہ آیت مذکورہ سے پہلے بنی اسرائیل پہ من سلوی اتارنے کا ذکر ہے اس لیے اس کے پیش نظر حضور سیدنا امام اہل سنت نے کنز الایمان میں یوں ترجمہ فرمایا ہے کھاؤ جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں روزی دی اور اس میں زیادتی نہ کرو۔ اب آخری بات قابل سبق یہ ہے حلال وطیب کے استعمال کا رب العالمین جل جلالہ نے اتنا زیادہ اہتمام فرمایا کہ اپنے مقدس نبیوں (علیہم الصلاۃ والسلام) کو اس کا حکم دیا جب کہ وہ حضرات اپنے خلقی طبعی نجابت کی بنا پر بغیر حکم پائے ہوئے یونہی حلال وطیب چیزیں استعمال فرماتے ہیں مگر درحقیقت ان کی امت کو بیدار کرنے اور سبق دینے کے لئے انہیں مخاطب فرمایا گیا جیسا کہ اٹھارہواں پارہ سورۂ مومن میں اس طرح ارشاد فرمایا "یا ایھا الرسول کلوا من طیبٰت واعملوا صالحا" اے پیغمبرو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو! اب اس سے زیادہ اور کیا اہمیت ہوسکتی ہے کہ جس کی بابت ہمیں اور آپکو بار بار ارشاد قرآنی اور حکم ربانی سے آگاہ فرمایا گیا بس اب دعا ہدایت کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے مولائے ھادی ولی الایادی ہمیں اور آپکو ہر گناہوں اور خطاؤں سے بچائے اور رزق حلال استعمال کرنے کی توفیق بخشے آمین۔

بجاہ سید الهادین امام الانبیاء فخر المرسلین صلوٰت الله تعالیٰ وسلامه علیه وعلیهم علی آله وآلهم وصحبه وصحبهم اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین الا ن قد تم الجواب بكل نوع فی هذا الباب بتوفیق الملك الوهاب وهو اعلم بالحق والصواب الیه المرجع والماب وصلی الله تعالی علیٰ خیر خلقه النبی

الأمی الأواب الذي أوتي الحكم وفصل الخطاب صلاة دائمة بغير حساب وعلى آله وصحبه خير أصحاب وعلينا معهم يا رب الأرباب .

كتبه:

گدائے قادری

المفتقر الی اللہ المتین حکیم ابوالبرکات العبد محمد نعیم الدین
الصدیقی الرضوی عفاعنہ المعین

متوطن: منزل عنایت پیر، موضع راؤت پار بزرگ، گورکھپور (یوپی)
سابق شیخ الحدیث دار العلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا
وصدر مفتی ونائب شیخ الحدیث دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف (یوپی)
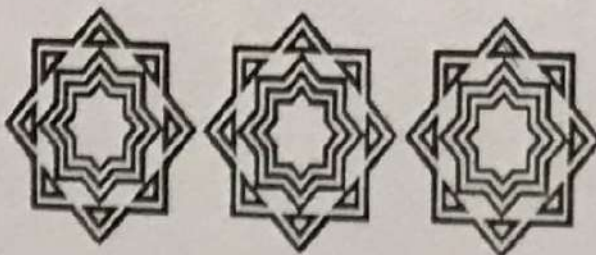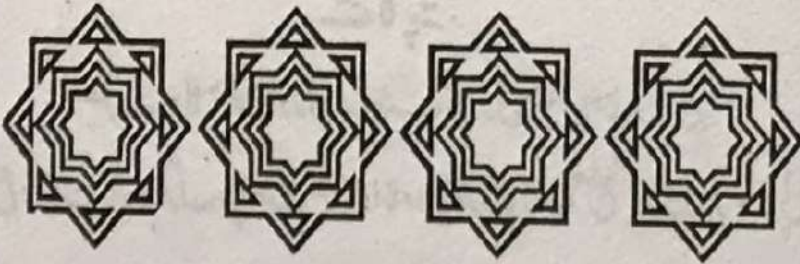
خوش خبری

حضور نعیم ملت حضرت علامہ مفتی شاہ محمد نعیم الدین صاحب قبلہ
کی مندرجہ ذیل کتابیں منظر عام پر

۱۔ جواهر التحقيق فی تفضيل جبرئیل علی الصديق

۲۔ العذاب المهين فی توهين قبور المسلمين

۳۔ نعيم الفردوس المعروف بہ گلدستۂ سخن

٤۔ رساله هذا: النور الضياء فی تحريم الكرش والمعاء

ملنے کا پتہ:

حضرت مولانا محمد قادری صاحب، قادری منزل عنایت پیر
موضع راوت پار بزرگ، پوسٹ سندھوانا، وایا اروا بازار، ضلع گورکھپور (یو۔ پی)
پن ۲۷۳۴۰۷

9628198587,7388275450

امام احمد رضا انسائیکلو پیڈیا یعنی اعلیٰ حضرت کی سیرت وسوانح اور دینی خدمات وعلمی کارناموں پر چالیس جلدیں

امام احمد رضا قدس سرہ کی عبقری شخصیت پر اب تک بہت کچھ لکھا گیا اور بہت کچھ باقی ہے لکھنے والوں کی کمی نہیں۔ جو جہاں ہے وہیں لکھ رہا ہے، درجنوں ماہناموں نے نمبر شائع کیے، پچاس سے زیادہ ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالات لکھے گئے، سیکڑوں کتابیں تحریر ہوئیں اور ایک ہزار سے زیادہ مضامین قلم بند ہوئے۔ یہ ذخیرہ ہزاروں صفحات میں متفرق طور پر اہل ذوق کے یہاں محفوظ ہے۔

چونکہ کام اتنا زیادہ پھیل گیا ہے کہ سب کا احاطہ ہر ایک شخص کے بس کی بات نہیں رہی، ایک شخص کسی لائبریری یا کتب خانہ سے رضویات کے متعلق کوئی کتاب حاصل کرنا چاہے تو اس کے لیے انتخاب کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ کون سی کتاب رضویات کو جامع ہے اور کون سی نہیں۔ ایک کتاب یا چند کتابیں حاصل کر کے پڑھتا ہے تو اس کی سیرابی تو کم ہوتی ہے بسا اوقات تشنگی اور بڑھ جاتی ہے۔ ساتھ ہی ریسرچ اسکالروں کو بھی تمام میٹر یکجا نہ ملنے کے باعث پریشانیوں کا سامنا رہتا ہے۔

لہٰذا ان تمام دشواریوں پر قابو پانے کے لئے اکیڈمی کے ارباب حل وعقد نے فیصلہ کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے صد سالہ عرس منعقدہ ۱۴۴۰ھ میں امام احمد رضا کی سیرت وخدمات پر ایک عظیم انسائیکلو پیڈیا تیار کر کے ہدیہ قارئین کیا جائے۔ الحمد للہ یہ کام شروع ہو چکا ہے اور اکیڈمی نے اہل علم کو یہ ذمہ داری سونپ دی ہے اور وہ اس کام کو نہایت جامع انداز میں ایک اندازہ کے مطابق ۴۰ جلدوں یا زیادہ میں مکمل کریں گے۔ پھر انسائیکلو پیڈیا کی شکل میں یہ مجموعہ حیات اور کارناموں کے تمام گوشوں کو محیط ہوگا۔ مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو ان کاموں کو مکمل کرنے اور کرانے اور ہر طرح کی مدد کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین یا رب العلیمن بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

رابطہ کا پتہ

امام احمد رضا اکیڈمی صالح نگر، بریلی شریف، یوپی (انڈیا)